اسلام میں احتساب کا تصوّر

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
ایم اے ۔ ایل ایل بی ۔
پی ۔ ایچ ۔ ڈی

احتساب کے لغوی معنی اجر و ثواب طلب کرنے ، حساب کرنے اور نھی عن المنکر کے ہیں ۔ قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے مثلاً

" ان اللہ سریع الحساب "

کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والے ہیں ۔

امام غزالیؒ نے احتساب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ۔

" احتساب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں کسی ناپسندیدہ کام کے ارتکاب سے روکا جائے تاکہ جس کو روکا جارہا ہے وہ اس برائی کے ارتکاب سے باز رہے "[۱]

بطرس بستانی نے کتاب دائرۃ المعارف میں احتساب کے مندرجہ ذیل معنی لکھے ہیں ۔

" الاحتساب والحسبۃ فی الشرع ھما الامر بالمعروف اذا ظھر ترکہ والنھی عن المنکر اذا ظھر فعلہٗ "[۲]

: احتساب اور حسبہ شرع میں امر بالمعروف کو کہتے ہیں جبکہ معروف کو لوگ متروک کر دیں اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں جبکہ لوگ اس کا ارتکاب کریں یا ارتکاب کرنا شروع کر دیں ۔

---

[۱] امام غزالی : احیاء علوم الدین جلد دوم ، طبع قاہرہ صفحہ ۳۰۳ ۔

[۲] بطرس بستانی : دائرۃ المعارف : جلد دوم طبع ایران صفحہ ۵۵۶ ۔

شافعی فقیہ قاضی ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردی نے احتساب کی تعریف یوں کی ہے[1]

"احتساب سے مراد اچھائی کا حکم دینا جب اس کو چھوڑ دینا عام ہو جائے اور کھلم کھلا اس کو چھوڑا جانے لگے اور برائی سے روکنا جبکہ اس کو کھلم کھلا کیا جانے لگے"۔

تاج العروس ہنتہی الارب اور خواجہ احمد محمود کے مخطوطے (دستور الاحتساب) میں مندرجہ بالا معانی درج ہیں۔

مولانا سید محمد متین ہاشمی نے اپنے مقالہ اسلام کا نظام احتساب میں احتساب کی تعریف احمد محمود خواجہ کے مخطوطہ دیال سنگھ لائبریری لاہور کے حوالے سے یوں کی ہے۔

"شرع میں احتساب کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب لوگ نیکی پر عمل کرنا چھوڑ دیں مثلاً نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، اور زکوٰۃ دینا تو ان کو نیکی پر عمل پیدا ہونے کا حکم دیا جائے دوسرے یہ کہ جب لوگ منہیات کا ارتکاب کرنے لگیں مثلاً فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں تو انہیں منع کیا جائے"۔[2]

احتساب کی اقسام

احتساب کی دو اقسام ہیں:

(i) احتساب عرفی

(ii) احتساب شرعی

احتساب عرفی:

مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب رقم طراز ہیں[3]:

---

[1] امام الماوردی: الاحکام السلطانیہ: قاہرہ ایڈیشن صفحہ ۲۴۰۔

[2] مولانا سید محمد متین ہاشمی: اسلامی حدود اوران کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور صفحہ ۸۱۔

[3] ایضاً صفحہ ۸۳۔

"صدر اول میں تو خلفاء اور حکام بنفس نفیس اس فریضے کو انجام دیتے تھے اور اس معاملے میں کسی کی مداخلت کو ایک لمحے کے لیے بھی گوارا نہیں کرتے تھے، لیکن جب اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو گیا اور خلفاء کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ دور دراز علاقوں کے بسنے والوں کے حالات کی کڑی نگرانی کر سکیں تو باقاعدہ محکمہ احتساب کی ضرورت پیش آئی۔ ابتدا میں نہ تو لفظ احتساب استعمال ہوتا تھا اور نہ ہی محتسب بلکہ بازار کے امور کی نگرانی کے لیے ایک شخص کو حکومت کی طرف سے مقرر کر دیا جاتا تھا جسے صاحب السوق یا عامل السوق کہتے تھے۔ خلیفہ مامون کے زمانے میں جبکہ اسلامی حکومت کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہو چکا تھا، باقاعدہ محکمہ احتساب کا قیام عمل میں آیا۔" بحوالہ (ابن الاخوۃ: معالم القربۃ صفحات ۱۹، ۱۳

احتساب شرعی:

بقول مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب

"احتساب شرعی میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ یعنی مطلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کہتے ہیں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے برائی کو روکنے اور نیکی کا حکم کرنے کو بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا:

"تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اپنی قوت بازو سے اسے روک دے لیکن اسے اس بات کی طاقت نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو پھر اپنے دل سے اس برائی کو برا جانے لیکن یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔" (صحیح مسلم شریف)

اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں ارشاد نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے کہ اگر برائی سے نہیں روکو گے تو تم پر ایسا عذاب آئے گا کہ تمہاری دعا نہیں سنی جائے گی۔

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں حضرت ابوالدرداؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے:

"حضرت ابوالدرداؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو

ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے بڑوں کی نہ عزت کریگا اور نہ چھوٹوں پر رحم کرے گا ۔ تمہارے نیک لوگ اس کے لیے بد دعائیں کریں گے لیکن ان کی بد دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی تم مدد چاہو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ۔ تم مغفرت طلب کرو گے لیکن تمہاری مغفرت نہیں ہوگی [1]

احتساب (Accountability) کا تصور نہ صرف مذہبی لحاظ سے بلکہ دنیاوی امور میں بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ قرآن کی ہر ہر آیت اور سورۃ میں احتساب کا تصور دہرایا گیا ہے ۔ سورۃ آل عمران میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ۔ یعنی نیکی کی تلقین کیجائے اور برائی سے منع کیا جائے ۔ اسی طرح سورۃ النساء میں حکم ہے [2]

"ان اللہ یامرکم ان تؤدّوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل "

ترجمہ: تحقیق اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے صاحبوں کو پہنچاؤ اور جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو ۔

ایک اور آیت مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے :

ولا تقف ما لیس لك به علمٌ إنّ السّمعَ والبصر والفواد کُلُّ اولٰئك کان عنهُ مَسئُولاً " [3]

ترجمہ: "اور مت پیچھے چل اس چیز کے کہ جس کا تجھے علم نہیں ۔ بے شک کان اور آنکھ دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا "

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احتساب کا تصور انتہائی خوبصورت انداز میں فرمایا: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ [4] یعنی تم میں ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص

---

[1] مولانا سید محمد متین ہاشمی : اسلامی حدود اور انکا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب صفحہ ۸۲

[2] القرآن الحکیم : سورۃ النساء آیت ۵۸ [3] ایضاً سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶

[4] IMAM BUKHARI, SAHIH AL-BUKHARI, ENGLISH TRANSLATION BY DR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN, VOL.III, KAZI PUBLICATIONS, P. 376.

اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔ احتساب کا یہ تصور زندگی کے ہر شعبے کو گھیرے ہوئے ہے۔ چاہے کوئی حاکم ہے، چاہے کوئی تاجر ہے، چاہے کوئی والد ہے، چاہے کوئی کسی بھی منصب پر فائض ہے وہ احتساب کے عمل سے باہر نہیں۔ حاکم رعایا کے حقوق کے بارے میں جوابدہ ہے تاجر اپنے ہر عمل کا ذمہ دار ہے۔ والد اپنے کنبے کا سربراہ ہے لہذا وہ اپنی اولاد اور بیوی کے بارے میں جوابدہ ہے۔ اولاد کی نیک تربیت اس کا فرض اولین ہے۔ حکمران حقوق العباد کے پاسبان ہیں۔ ظلم کی ضرور پوچھ ہوگی۔ حدیث مبارکہ میں ظلم کو اندھیروں سے تشبیہ دی گئی ہے:

الظلم ظلمات یوم القیامۃ[1]

یعنی ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن کر آئے گا۔

محتسب کا ادارہ تاریخ کے آئینے میں

اسلام میں احتساب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ باقاعدہ طور پر شروع ہی سے محتسب کا ادارہ قائم کیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے دورِ نبوت میں ولایت مظالم قائم کیا۔ یعنی ظلم کی روک تھام کا محکمہ۔ حضرت زبیر ابن العوام رضی اور ایک انصاری کے درمیان زمین کے سیراب ہونے کا جھگڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک محتسب کی حیثیت سے نمٹایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کے دور میں قاضی ہی محتسب کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ حضرت عمر رض کے دور میں قاضی القضاۃ ابوموسیٰ اشعری نے محتسب کے فرائض سرانجام دیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت میں ابوادریس الخوارزمی مظالم عدالتوں کے سربراہ تھے۔ حضرت عثمان رض کے دورِ خلافت میں بھی یہ ادارہ قائم رہا۔ بقول الماوردی: محتسب تجارتی امور میں بھی بڑا

---

1. SAHIH BOKHARI, ENGLISH TRANSLATION BY DR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN, MADINA MUNAWARA EDITION, P. 349.

اہم کردار ادا کرتا تھا۔ قیمتیں مقرر کرتا تھا۔ مارکیٹ میں ناپ تول کی چیکنگ اور سڑکوں کی دیکھ بھال بھی اس کے ذمے تھی۔ حتیٰ کہ حکیموں اور طبیبوں اور اساتذہ کا بھی احتساب محتسب کے ذمہ تھا تفصیل کے لیے امام الماوردی کی کتاب (الاحکام السلطانیہ) ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد اموی دور میں خلیفہ عبد الملک نے محتسب کے ادارے کو قائم رکھا عباسی دور میں خلفاء نے فوجداری عدالتیں قائم کیں ان کا سربراہ صاحب المظالم ہوتا تھا ایک بڑی عدالت دیوان النظر فی المظالم بھی قائم ہوئی۔ خلیفہ خود اس عدالت کی صدارت کرتا اور احتساب کا کام جاری رکھتا۔ فاطمی دور میں خلیفہ المعز نے ایک ادارہ ناظر المظالم قائم کیا۔ ملٹری گورنر، وزیر، قاضی اور فقہاء اس ادارے کو چلاتے تھے اور فیصلے صادر کرتے تھے۔ سقوط بغداد اور ہلاکو کی تباہی عالم اسلام کی بدنصیبی تھی۔ اسلام کے ہر ادارے کو زبردست نقصان پہنچا۔ اور یہی عالم محتسب کے ادارے کا بھی تھا۔ خلیفہ مامون نے اس ادارے میں خاصی دلچسپی لی۔ بعد ازاں ہم ہندوستان میں بھی محتسب کے ادارے کی جھلکیاں دیکھتے ہیں۔ ہندوستان میں ۱۱۹۲ء سے لے کر ۱۵۲۶ء تک اور چند سالوں کے وقفے کے بعد ۱۵۵۳ء تک ایسی عدالتوں کی ہمیں جھلکیاں ملتی ہیں۔ بادشاہ دیوان عام کا سربراہ ہوتا تھا۔ انتظامیہ عدلیہ اور دیگر حکام کی ناانصافیوں اور دھاندلیوں کے خلاف عوام کی شکایت سنتا تھا اور ازالہ کر دیتا تھا۔

سربراہِ مملکت اور احتساب

اہل مغرب کا نظریہ تو یہ ہے کہ صدر مملکت یا سربراہِ مملکت کے خلاف دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ اس کا احتساب بھی ممکن نہیں۔ ہڈ فلپس لکھتے ہیں[1]

"The maxim "the king can do no wrong" meant not only that the king could not be made liable by action, but also that wrong could

1) O.HOOD PHILLIPS, CONSTITUTIONAL AND ADMINISTRATIVE LAW, SWEET & MAXWELL, LONDONG, 1973, PP. 548, 560.

not be imputed to the king, and therefore
he could not be said to have authorised
another to commit a wrong."

یعنی یہ مقولہ کہ بادشاہ سے غلطی سرزد نہیں ہوسکتی اپنے اندر اس مطلب کو سموئے ہوئے ہے کہ بادشاہ کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہیں ہوسکتی۔ کوئی غلطی بادشاہ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی تصوّر نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دوسروں کو غلطی کرنے کی اجازت دے گا۔

الغرض مغربی ممالک میں بلکہ ساری دنیا میں ماسوائے اسلامی ممالک کے جہاں اسلامی قانون رائج ہے یہ تصوّر کارفرما ہے۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ذاتی حیثیت میں تو دعویٰ ہوسکتا ہے لیکن سرکاری نوعیت کے دعوے نہیں ہوسکتے۔ ہر ملک میں سربراہِ مملکت قانون سے بالاتر ہے۔

ابن خلدون کا نظریہ

ایک مسلم مملکت میں سربراہِ مملکت عوام کی جان و مال اور عزت کا محافظ ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی کا روزگار ختم کردے اور تجارت پر اپنی اجارہ داری شروع کردے تو یہ شریعت کے احکام کی خلاف ورزی ہے[1]

عبدالقادر عودۃ کا نظریہ

عبدالقادر عودۃ شہید کے نزدیک اگر اسلامی ملک کا سربراہِ مملکت عوام الناس کے حقوق پامال کرے تو اس کے خلاف دعویٰ ہوسکتا ہے۔ وہ احتساب سے بچ نہیں سکتا ہے۔ ان کی دلیل سورۃ کہف کی آیت نمبر ۱۱۰ ہے:

"انّما انا بشرٌ مثلکم یوحیٰ الیّ"

ترجمہ: کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں جس کی طرف وحی نازل ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا نظریہ

اسلامی ملک میں سربراہِ مملکت قتل کے مقدمات، جنایات بر جائیداد یعنی کسی کی جائیداد پر غاصب بن بیٹھنا یا تلف کردینا اور اس قسم کے مقدمات میں احتساب کے دائرہ سے باہر نہیں۔ بحر الرائق، الزیلعی اور شرح فتح القدیر میں بھی اسی نظریے کی تائید کی گئی ہے۔ سربراہِ وقت سے تاوان بھی لیا جاسکتا ہے۔

---

[1] ERVIN I.J. ROSENTHAL, POLITICAL THOUGHT IN MEDIEVAL ISLAM, CAMBRIDGE UNIVERSITY PRESS, 1958, P.92.

امام مالکؒ، امام احمد ابن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نظریات

ان سب فقہاء کے نزدیک اسلامی ریاست کا سربراہ احتساب کے دائرہ سے باہر نہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی خلاف ورزی کرنے پر اس کے خلاف قانونی کارروائی ہو سکتی ہے۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ امتناع اور المہذب میں بھی یہی نظریہ درج ہے۔ امام ماوردی کے نزدیک اگر اسلامی ریاست کا سربراہ بدعنوان ہے تو اسے ہٹایا بھی جا سکتا ہے۔ محمد اسدؒ[1] کا بھی یہی نظریہ ہے امام ابو یوسفؒ بھی اسی نظریے کے حامی ہیں۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ اگر کوئی گورنر حقوق العباد کی خلاف ورزی کرے تو کیا اس کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے تو اس پر حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنی ذاتِ گرامی کو قصاص کے لیے پیش فرما دیا کرتے تھے[2]

بقول ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بلکہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ بھی عدالتوں میں عام شہریوں کی حیثیت سے پیش ہوتے تھے[3]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی رائے

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسلامی سربراہ مملکت اگر امورِ سلطنت کے بارے میں کوئی کام سرانجام دے جو سرکاری نوعیت کا ہو تو تب اس کے خلاف دعویٰ نہیں ہو سکتا البتہ کوئی ایسا فعل جو ذاتی نوعیت کا ہو تو دعویٰ ہو سکتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اپنے خلاف مقدمات میں باقاعدہ طور پر قاضی کی عدالت میں تشریف لے جاتے تھے[4]

---

(1) MUHAMMAD ASAD, THE MESSAGE OF THE QURAN, DAR AL-ANDALUS, GIBRALTAR, 1980 , P. 64.

(2) امام ابو یوسف، کتاب الخراج، طبع مصر صفحہ ۶۶

(3) DR. KHALIFA ABDUL HAKIM, FUNDAMENTAL HUMAN RIGHTS, INSTITUTE OF ISLAMIC CULTURE, LAHORE, 1955, PP. 15-17.

(4) DR. HAMID ULLAH, MUSLIM CONDUCT OF STATE, LAHORE 4th EDITION, P. 131.

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی رائے میرے خیال کے مطابق گو بہت ہی مدلل ہے اور دورِ حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ لیکن فقہِ اسلامی کے برعکس ہے۔

احتساب کے ضوابط کی تشکیل

سلطنتِ عثمانیہ میں احتساب کے بارے میں باقاعدہ طور پر ضوابط تشکیل دیے گئے محتسب کا ادارہ سلطان بایزید کے دورِ حکومت (۹۱۶ - ۸۸۶ء) میں قائم رہا۔ بعد ازاں سلطان سلیم اول، دوم، سوم، چہارم کے دور میں بھی یہ ادارہ بطرزِ احسن کام کرتا رہا۔ یہ ادارہ ۱۸۵۴ء تک قائم رہا۔ عباسی دور کے بعد ایران میں ایک اور بڑا اہم ادارہ قابل ذکر ہے اس کا نام محتسب الممالک (محتسب اعلیٰ) تھا۔ حتیٰ کہ دیہاتوں میں بھی محتسب کام کرتے تھے۔ رضا شاہ پہلوی نے محتسب کے ادارے کو آخر کار ختم کر دیا۔

تاہم اگر ہم تاریخ کے آئینے میں محتسب کے ادارے کو دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ ادارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دورِ ریاست میں قائم ہوا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا تاریخ اسلام کے مختلف ادوار کا میں نے ذکر کر دیا ہے۔ ہندوستان میں یہ ادارہ بالخصوص ان بادشاہوں کے دور میں مقبول رہا۔

۱ ۔ غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ سے لے کر ۶۸۶ھ تک)
۲ ۔ فیروز الدین تغلق (۷۵۲ سے ۷۹۰ تک)
۳ ۔ سکندر لودھی (۹۱۱ - ۹۹۶ھ
۴ ۔ اور اس کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں بھی۔

محمود غزنوی نے بھی اس ادارے میں بڑی دلچسپی لی۔ غیاث الدین بلبن کے دور میں ہر دیہات جس کی آبادی ۲۰۰ سے ۴۰۰ تک تھی وہاں ایک محتسب مقرر کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں مغل حکمرانوں نے احتساب کے محکمے کو محکمہ کوتوال میں بدل دیا۔ تاہم محتسب کا محکمہ اس لحاظ سے مقبول رہا کہ شراب نوشی افیون اور دیگر منشیات کے استعمال کرنے والوں کو بھی سزائیں دی جاتی تھیں[1]۔

(1) THE ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM
LEIDEN, 1971
P. 492

تفصیل کے لیے امام ابن تیمیہ کی کتاب دسالۃ الحسبۃ فی الاسلام ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اسلامی ریاست کا واحد مقصد یہی ہے کہ شریعت کا نفاذ ہو اور جس نظام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مومنین نے جہاد کر کے قائم کیا تھا وہ قائم ہو۔[۱] لہٰذا کافی حد تک یہ ادارہ اس ضمن میں اپنی اہمیت کا حامل رہا ہے۔

کوتوال کا محکمہ

بقول مولانا سید محمد متین ہاشمی:

"آگے چل کر مغل حکمرانوں نے احتساب کا محکمہ کوتوال کی تحویل میں دے دیا۔ حالانکہ کوتوال ایک قسم کا دنیاوی منصب تھا جبکہ محتسب صرف ان امور سے سروکار رکھتا تھا جو شرعی قوانین کے ذیل میں آتے تھے۔ یہ انتظام مسلمانانِ ہند کی مذہبی اور معاشرتی زندگی کے لیے تباہ کن اور آخر میں حکومت کے لیے مہلک ثابت ہوا۔"[۲]

مشتاق احمد چوہدری رقمطراز ہیں:

"یہ بھی ایک اہم بلدیاتی عہدہ تھا جو کہ مسلمانوں کے عہد میں وجود میں آیا۔ کوتوال محکمہ پولیس کے ماتحت ہوتا تھا اور اس کے ذمہ شہری زندگی کے مختلف فرائض ہوتے تھے۔ یہ عہدہ مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک کے علاوہ اسلامی ہند میں بھی تھا۔۔۔ کوتوال کا عہدہ بلدیاتی نظم و نسق میں ایک کلیدی عہدہ ہوتا تھا۔ آئین اکبری میں کوتوال کے شرائط عہدہ اور فرائض کی تفصیل ملتی ہے۔"[۳]

یہ عہدہ اہم ضرور تھا مگر مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب کی رائے کے ساتھ مجھے اتفاق ہے کہ اس

---

[۱] امام ابن تیمیہ: دسالۃ الحسبۃ فی اسلام مصر ایڈیشن، صفحہ ۲۲۹

[۲] مولانا سید محمد متین ہاشمی: اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب، صفحہ ۹۶

[۳] مشتاق اے چوہدری: مسلمانوں کا بلدیاتی نظام، پاک عرب علمی فاؤنڈیشن لاہور، اشاعت دوم اگست ۱۹۸۳ء، صفحات (۸۶ - ۸۵)

ادارے میں وہ روح نہیں تھی جو محتسب کے ادارے میں تھی۔

محتسب کی اقسام

محتسب کے ادارے کو اگر ہم پیش نظر رکھیں تو ہمیں محتسب کی مندرجہ ذیل دو اقسام ملتی ہیں:

۱۔ محتسب متولی

۲۔ محتسب متطوع

محتسب متولی اس کو کہا جاتا ہے جو حکومت مقرر کرے۔ جبکہ محتسب متطوع وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ اس میں حکومت کا عمل دخل نہیں ہوتا ہے[1]

محتسب کے لیے شرائط

امام غزالیؒ نے محتسب کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کو ضروری قرار دیا:

۱۔ عاقل ہو۔

۲۔ مومن ہو۔ غیر مسلم محتسب نہیں بن سکتا۔

۳۔ عادل ہو اور رذائل سے پاک ہو۔

۴۔ حکومت کی طرف سے ماذون ہو۔

۵۔ احکام احتساب کو نافذ کرنے میں وہ قدرت رکھتا ہو[2]

C. COHEN محتسب کے ادارے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسے شروع میں 'Head of the Suq' یعنی صاحب السوق یا عامل السوق کہا جاتا تھا۔ فاضل مصنف اس ادارے کی تعریف بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نہ صرف نیکی اور اخلاق کے معاملات، تجارتی معاملات

---

[1] قاضی ابویعلی محمد بن الحسین ، الاحکام السلطانیہ ، طبع مصر ایڈیشن ۱۹۳۸ صفحہ ۲۶۸۔

[2] امام غزالی ، احیاء العلوم الدین مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحات (۳۳۶ - ۳۴۳)

بلکہ غیر مسلم عوام اور بالخصوص غیر مسلم خواتین کے ساتھ محتسب کا رویہ بہت اچھا تھا[۱] یہ ادارہ عوام الناس کی عزت و ناموس، مال اور جان کا صحیح محافظ تھا۔

اس ادارے کی خوش نصیبی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے خلفاء راشدین اس ادارے کی خود نگرانی کرتے تھے۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خود بازاروں میں تشریف لے جاتے تھے اور بد دیانت اور ناتجربہ کار تاجروں کو کوڑے مارتے تھے[۲] اس طرح ایک سربراہ مملکت خود اس کی نگرانی فرماتے جس کا آج کل تصور کرنا محال ہے۔ کیونکہ بقول امام الماوردی:

"والحسبة من قواعد الامور الدينيه"

ترجمہ: نظام احتساب دینی امور کے قواعد میں سے ہے[۳]

نہج البلاغہ میں احتساب[۴] کا تصوّر

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گورنر مصر مالک اشتر کے نام جو نامہ گرامی ارسال فرمایا وہ نہایت ہی قیمتی قانونی اور سیاسی دستاویز ہے۔ آپؑ نے کمال تدبر سے اختصار و بلاغت اور حکیمانہ انداز میں احتساب کا تصور اس وقت دیا جب علم سیاست مدوّن ہی ہوا تھا فرماتے ہیں:

تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو، کھلے دل سے انھیں معاوضہ دو تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انھیں ہاتھ پھیلانا نہ پڑے۔ اپنے دربار میں انھیں

---

۱ C. Cohen, Economy, Society, Institutions, Article in Cambridge History of Islam, Vol 2B, P. 529.

۲ Imam Ghazzali: Ihya Ulum-id-Din, Book II, English Translation by Al-Haj Maulana Fazul-ul-Karim, Sind Sagar Academy, Lahore, 1st edition, Page 57.

۳ ابی الحسن علی بن حبیب الماوردی الاحکام السلطانیہ شرکۃ مکتبہ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، قاہرہ مصر ۱۳۹۳ھ بمطابق سنۃ ۱۹۷۳م صفحہ ۲۵۸۔

ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے یا انھیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے ۔ قاضیوں کو ہر قسم کے خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہیے ۔ اس بارے میں پوری توجہ سے کام لینا، کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ میں پڑ گیا تھا جو اپنی خواہشوں پر چلتے اور دین کے پر دنیا کمایا کرتے تھے ۔

عُمّال حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہوگی، جسے مقرر کرنا امتحاناً مقرر کرنا۔ رو رعایت سے یا صلاح مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔ اچھے گھرانوں اور سابق میں اسلام کے خدمت گزاروں میں تجربہ کار اور باحیا لوگوں کو ہی منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں ۔ اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں ۔

عہدہ داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے، جو ان کے ہاتھ میں ہوگا اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر حجت ہوگی، مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا نیک لوگوں کو مخبر بنا کے ان پر چھوڑ دینا۔ یہ اس لیے کہ جب انھیں معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو امانت داری اور رعایا سے مہربانی میں اور زیادہ چست ہو جائیں گے ۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوا لینا خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور پوری طرح اسے رسوا کر ڈالنا[۱]

مغرب میں محتسب کے ادارے کی تاریخ

مغرب میں محتسب کے ادارے کا نام (OMBUDSMAN) ہے۔ ماہرین کا

---

[۱] سیدنا حضرت علیؓ: نہج البلاغہ، اردو ترجمہ و تفسیر از سید رئیس احمد جعفری نائب حسین نقوی، عبدالرزاق ملیح آبادی، مرتضیٰ حسین فاضل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ پبلشرز لاہور اشاعت ہشتم ۱۹۸۳ء، صفحات ۸۰۷ - ۸۰۶ -

کہنا ہے کہ یہ ادارہ پہلے سویڈن میں اٹھارویں صدی میں بنا۔ (BRIAN CHAPMAN)
اپنے مضمون (THE OMBUDSMAN) میں رقمطراز ہے:

"The Swedish Ombudsman for civil affairs dates back to the 18th century". (1)

یعنی سویڈن میں امبڈسمین کا ادارہ اٹھارویں صدی میں قائم ہوا۔ اس ادارے کا مقصد یہ تھا کہ بادشاہ کی طرف سے سرکاری محکموں کا احتساب کیا جائے چیپمین کا کہنا ہے کہ سویڈن کی پارلیمنٹ نے ۱۷۱۳ء میں ایک ادارہ (HOGSTE OMBUDSMANNEN) کے نام کا شروع کیا جس ادارے کا مقصد یہ تھا کہ آئین کی حفاظت کی جائے نیز یہ دیکھا جائے کہ سرکاری ملازمین اپنے فرائض تندہی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ ۱۷۱۹ میں اس کے نام میں تبدیلی ہوئی یعنی (JUSTITIEKASLER)۔ بعد میں لوکل پولیس محتسب بھی بنا جس کو (FISKALERNA) کا نام دیا گیا۔ تاہم موجودہ (OMBUDSMAN) ۱۸۰۹ کے آئین کے تحت سویڈن میں بنا۔

اہل مغرب کا غلط دعویٰ

پروفیسر ویڈ (WADE) [2] اور پروفیسر ہڈ فلپس [3] (HOOD PHILLIPS)

---

(۱) Brian CHAPMAN, The OMBUDSMAN, Article in Administrative Reforms and Administrative Justice by Dr.S.M.Haider, Pakistan Law Times Publications, Lahore, April, 1973 pp. 239-240

۲ H.W.R. Wade, Administrative Law, Clarendon Press, Oxford, 1967, p. 12

۳ O. Hood Phillips, Constitutional and Administrative Law, Fourth Edition, Sweet & Maxwell, London, 1967, pp. (616-18)

نیز انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق سویڈن میں پہلی دفعہ ۱۸۰۹ میں محتسب کا ادارہ قائم ہوا۔ جسے PARLIAMENTARY AGENT FOR JUSTICE کہا جاتا ہے

اس کا اصل نام RIKADAGENS JUSTITIEOMBUDSMAN ہے [1]

علاوہ ازیں دنیا کے ساٹھ ممالک میں محتسب کا ادارہ قائم ہے۔ برطانیہ میں پہلی دفعہ محتسب کا ادارہ ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا۔ اسے PARLIAMENTARY COMMISSIONER FOR ADMINISTRATION کہا جاتا ہے [2] نیوزی لینڈ میں محتسب کو گورنر جنرل مقرر کرتا ہے۔ انڈیا، ماریشس، تنزانیہ، جمیکا اور سیلون جیسے ممالک میں بھی یہ ادارہ قائم ہے۔ اسرائیل میں پہلی دفعہ تل ابیب میں ۱۹۶۶ء میں یہ ادارہ قائم ہوا۔ بشمول امریکہ، ڈین مارک فن لینڈ اور ناروے میں یہ ادارہ کافی موثر ہے۔ مغربی ممالک میں پولیس کا محتسب POLICE OMBUDSMAN، عدلیہ کا محتسب / JUDICIAL OMBUDSMAN اور اخبارات کا محتسب NEWSPAPERS OMBUDSMAN جیسے ادارے بھی ہمیں ملتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ہم (S.M. HAIDER) کے مضامین دیکھ سکتے ہیں [3]

---

[1] Ross Masud, Wafaqi Mohtasib (Ombudsman) - A Panacea for Maladministration. The All Pakistan Legal Decisions (P.L.D). Vol. XXXVIII, 1986. Punjab Educational Press, Lahore, 1986, pp. 607-8

[2] Dr. S.M. Haider, Administrative Reforms and Administrative Justice, Pakistan Law Times Publications, Lahore, April, 1973, pp. 239-240

[3] Dr. S. M. Haider, Public Administration and Administrative Law, Pakistan Law Times Publications, Lahore, First Edition, April, 1973, pp. 147-148

اگر ہم تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو اہل مغرب کا یہ نظریہ قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد ثابت ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں پہلی دفعہ ۱۸۰۹ء میں سویڈن میں یہ ادارہ قائم ہوا۔ یہ ادارہ تو پہلی دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قائم فرمایا جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے آپ نے ولایت مظالم قائم فرمایا۔ ایسی عدالتوں کو عدالت مظالم بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسی عدالتیں جہاں ظلم کے خلاف فریاد سنی جاتی اور ظلم کو دور کیا جاتا شہرہ آفاق مستشرق G.E. GRUNEBAUM نے اپنی تصنیف ISLAM IN NATURE & GROWTH OF A CULTURAL TRADITION. میں ان عدالتوں کو COURT OF TORTS کہا ہے۔ یعنی ایسی عدالتیں جہاں ہر حاکم اور ہر شخص کا احتساب کیا جاتا تھا۔[۱]

قرآن حکیم اور احتساب کا تصوّر

قرآن حکیم دراصل انسان کے احتساب کے بارے میں بار بار احکام صادر کرتا ہے۔ عقائد یعنی توحید، کتب، رسولوں، فرشتوں اور آخرت پر ایمان اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کی شرائط ہیں۔ اسی طرح عبادت یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے بارے میں ضرور احتساب ہوگا سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴ میں ارشاد ہے:

"لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس۔ عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمین۔ بڑی خوش آئیند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے، وہ تو اللہ کے پاس ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں پوری زندگی کا مقصد اور فلسفہ بیان کر دیا گیا ہے۔ قرآن کا اصل موضوع انسان ہے اور بار بار ان باتوں کے بارے میں تاکید فرمائی گئی۔

۱۸

---

[۱] G.E. GRUNEBAUM: ISLAM IN NATURE & GROWTH OF A CULTURAL TRADITION, ROUTLEDGE & KEGAN PAUL LTD, LONDON, 1955. PP. 150-153.

(i) انسان کی فلاح ۔
(ii) خواہش یا خواہشات کی غلامی سے نجات ۔
(iii) انسان کو صحیح رویہ کی طرف دعوت دینا ۔
(iv) آثار کائنات پر غور اور گزری ہوئی قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا ۔
(v) نیز انسان کی خلقت اور زمین و آسمان کی ساخت کے بارے میں غور و فکر ۔

قرآن حکیم جو بنیادی طور پر ۶۶۶۶ آیات کا مجموعہ ہے ۔ الہامی کتاب ہے کبھی تو یہ آنے والے واقعات کی پیش گوئی کرتا ہے اور کبھی انسان کی تخلیق میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد ہے :

"یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن "

ترجمہ : یعنی اے جنوں اور انسانوں کی جماعتو اگر تم کرۂ ارض سے باہر نکلنا چاہتے ہو تو بے شک نکل جاؤ لیکن تم بغیر سلطان (طاقت) کے ہرگز نہیں نکل سکو گے ۔

جولائی ۱۹۶۹ء میں اس آیت مبارکہ کی سمجھ آئی جب پہلی دفعہ نیل آرمسٹرانگ نے مہتابی دھرتی پر اپنا قدم رکھا ۔

اسی طرح ارشاد ہے :

یخلقکم فی بطون امھتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمات ثلاث ۔

(سورۃ الزمر آیت ۶)

ترجمہ "یعنی وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں کے اندر پیدا کرتا ہے ۔ ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش کے تین اندھیروں کے اندر "

ان تین تہوں سے مراد مندرجہ ذیل تاریک پردے ہیں جن میں انسانی بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں لپٹا ہوتا ہے :

i. ABDOMINAL WALL.
ii. UTERINE WALL.
iii. EXTRA EMBRONIC MEMBRANES.

پروفیسر ہاروے HARVEY نے پہلی دفعہ ۱۶۵۱ میں دریافت کیا کہ واقعی انسانی بچہ مندرجہ بالا تین تہوں میں لپٹا ہوتا ہے لیکن آج سے ۱۴۰۰ سال قبل ایک اُمّی نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بذریعہ وحی اتنے جدید ترین نظریات سے ہمیں روشناس کرایا۔

انسانی جسم اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ ہے۔ دو آنکھوں میں ۲۰ لاکھ رگیں ہوتی ہیں۔ کیا یہ دلائل قرآن کی صداقت کا ثبوت نہیں ہیں۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ ذکر آتا ہے کہ ہم نے پرندوں کو تھاما ہوا ہے۔

سورۃ ملک کی آیت نمبر ۱۹ میں ارشاد ہے:

اولم یروا الی الطیر فوقھم صٰفّٰت ویقبضن ما یمسکھنّ الّا الرّحمٰن ط انّہ بکلّ شیءٍ بصیر۔

ترجمہ: کیا انہوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اپنے اوپر پر کھولے ہوئے ہیں اور سمیٹ لیتے ہیں۔ ان کو رحمٰن نے تھام رکھا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے

MAURICE BUCAILLE نے اپنی تصنیف THE BIBLE, THE QURAN AND SCIENCE میں پروفیسر ہمبر گر کی کتاب POWER & FRAGALITY کا ذکر کیا ہے پروفیسر مذکور نے ایک پرندے MUTTON BIRD پر تحقیق کی ہے۔ یہ آبی پرندہ بحرہ اقیانوس کو عبور کرتا ہوا ۶ ماہ کے عرصے میں ۱۵،۵۰۰ میل کا طویل سفر مکمل کرنے کے بعد واپس اپنے گھونسلوں میں پہنچ جاتا ہے۔ پروفیسر ہمبر گر کی تحقیق کے مطابق زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کی تاخیر ہوتی ہے۔ پروفیسر مذکور کے یہ الفاظ کتنے ہی پیارے ہیں:

> IT MUST BE ACKNOWLEDGED THAT THE HIGHLY COMPLICATED INSTRUCTIONS FOR JOURNEY OF THIS KIND SIMPLY HAVE TO BE CONTAINED IN THE BIRDS NERVOUS CELLS. THEY ARE MOST DEFINITELY PROGRAMMED, BUT WHO IS THE PROGRAMMER? " (1)

---

(1) MAURICE BUCAILLE THE BIBLE, THE QURAN AND SCIENCE. ISLAMIC CALL SOCIETY, LIBYA, p. 14

"یہ حقیقت تسلیم کرنا ہوگی کہ ایک ایسے انتہائی کٹھن سفر کے بارے میں ہدایات اس پرندے کے اعصابی خلیوں میں محفوظ کی جاتی ہیں ۔ اس قسم کی ہدایات یقیناً ایک پروگرام کی صورت میں محفوظ کی گئی ہیں ۔ بھلا یہ پروگرام تشکیل دینے والا کون ہے ؟"

میرے خیال میں یہ دلائل قرآن حکیم کی صداقت کے بارے میں کافی ہیں ۔ پھر ہم کیوں قرآنی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے ۔ قرآن حکیم میں دو قسم کے عذابوں کا ذکر ہے :

۱ ۔ دنیاوی عذاب ۔
۲ ۔ اخروی عذاب ۔

دنیاوی عذابوں میں پانی ، ہوا ، خشک سالی اور بجلی کا گرنا ہے ۔ اس کے علاوہ دیگر عذاب بھی ہیں ۔ ایک قسم کا وائرس بارانی علاقے میں چنے کی فصل کو اٹک سے لے کر بہاولپور تک بجلی کی ایک ہی چمک سے ضائع کر دیتا ہے ۔ بے اطمینانی ، بے سکونی ، سکون و چین کا غارت ہو جانا دنیاوی عذاب ہیں ۔ راشی اہل کاروں اور افسروں کی اولادیں اور ناجائز کمائی کرنے والے حضرات کے بچے اکثر و بیشتر ہیروئن جیسی مصیبت میں گرفتار ہوتے دیکھے گئے ہیں ۔ کیا یہ دنیاوی عذاب کم نہیں ؟

اخروی عذاب میں زانی کو آگ میں جلانا ، بے عمل واعظ کو لوہے کے ناخنوں سے اپنا منہ نوچنے کی سزا ، بے نمازی کا سر کچلنے ، قبر میں حشرات الارض مثلاً سانپ اور بچھوؤں سے عذاب گناہ گاروں کو اُبلے ہوئے پانی میں ڈالا جانا ، تھوہ یعنی زقوم کا کھانا ، مالِ یتیم کے غاصب کے پیٹ کا انگاروں سے بھرنا ، خودکشی کرنے والے کو ابد تک خودکشی کرتے رہنے کا عمل ، راشی اور مرتشی کو آگ میں ڈالنے کا عذاب قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں جگہ جگہ بیان فرمایا گیا ہے ۔ قبر کا عذاب ، عذاب حشر اور جہنم کا عذاب تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے ۔

شجاع آباد کی مثال

قرآن حکیم کے علاوہ ہماری رہنمائی کے لیے بعض دفعہ ایسے واقعات اور معجزات رونما ہوتے ہیں جو ہمارے لیے باعث نصیحت اور تنبیہ ہوتے ہیں ۔ ۱۹۷۹ء کی بات ہے ۔ میں شجاع آباد ضلع

ملتان میں ایک عدالتی تحقیق کر رہا تھا ۔ ایک نوجوان کالج کا طالب علم ستار تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران پولیس کے خوف سے بھاگا ۔ حالانکہ وہ معصوم نہتا تھا ۔ اس نے ایک دوکان کے سایے میں پناہ لی ۔ لیکن ایک درندے سپاہی نے اُسے گولی ماری جو اس کے سر میں لگی ۔ ایک اور تھانیدار نے جو موقع پر تھا تسلی نہ ہوئی اور اس درندے نے بھی اس معصوم نوجوان کے پیٹ میں گولی ماردی ۔ جس کی وجہ سے وہ طالب علم شہید ہوا ۔ عدالتی تحقیق کے دوران اکثر و بیشتر گواہان حتیٰ کہ میڈیکل آفیسر نے یہ بیان دیا کہ طالب علم کی قبر کشائی کئی ماہ بعد (چھ ماہ کے عرصے کے بعد) کی گئی اس کی نعش میں سے خوشبو آرہی تھی گیا گلاب کی یہ خوشبوئیں قرآن حکیم کی آیت مبارکہ کی ترجمانی اور صداقت کا کھلا ثبوت نہیں کہ جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں علم نہیں ۔

ڈاکٹر پروفیسر مودی کے علاوہ ((PARIKH))
تحریر کرتا ہے :

"کہ مرنے کے بعد نعش میں ۲ سے ۳ ہفتوں کے بعد تعفن اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے"[1]

اب پروفیسر مودی اور پارخ کا قانون کہاں گیا ؟

اگر ہم عبادت میں کوتاہی برتیں گے اور گناہوں کا ارتکاب کریں گے تو یقیناً اگلی دنیا میں احتساب ہوگا ۔

احادیث مبارکہ میں خود احتسابی کا تصوّر

اسلام میں خود احتسابی SELF ACCOUNTABILITY کا تصوّر عدیم المثال ہے ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کو رات کو سوتے وقت اپنا محاسبہ کرنا چاہیے ۔ یہ خود احتسابی ہمیں ہر بُرے کام سے روکے گی ۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عذاب قبر اور اُخروی تکالیف اور عذابوں کا ذکر فرمایا ہے وہ منطق کے لحاظ سے بھی اور سائنس کی رُو سے بھی ثابت ہیں ۔ انسان کے حواس خمسہ ناقص ہیں ۔ مثلاً بیماری کی حالت میں میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے ۔ لہذا ثابت ہوا کہ ذائقہ

(۱) PARIKH'S TEXT BOOK OF MEDICAL JURISPRUDENCE AND TOXICOLOGY (INDIA 1969 EDITION), P. 154.

کی حس بھی ناقص ہے ۔ حواس خمسہ علم کے پانچ دروازے ہیں ۔علم کا ایک اور دروازہ بھی ہے جسے چھٹی حس (SIXTH SENSE) کہا جاتا ہے ۔ (PARA PSYCHOLOGY) نے اس چھٹی حس کو ثابت کر دیا ہے[1] پروفیسر ہارڈی نے ۱۹۴۹ میں اس کو تسلیم کیا ۔ امریکہ میں ڈیوک یونیورسٹی کے ڈاکٹر جے ۔ بی ۔ رائن نے بھی اسے تسلیم کیا اور اس چھٹے غیبی علم کو (E.S.P) یعنی EXTRA SENSORY PERCEPTION کہا ۔ اسے ٹیلی پیتھی بھی کہا جاتا ہے ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع کے موقع پر واضح الفاظ میں فرما دیا تھا کہ وہ اگلے سال نہیں ہوں گے ۔ آپ کی بے شمار پیشین گوئیاں مثلاً جب خسرو ایران نے آپ کا تبلیغی خط پھاڑا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ نکلے ہوئے الفاظ سچے ثابت ہوئے کہ "ھلک خسرو" یعنی خسرو ھلاک ہو گیا ۔ چند سال بعد ہی خسرو کی سلطنت پارہ پارہ ہو گئی اور وہ قتل کر دیا گیا ۔ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا الہام اور وحی سچی ہیں اور انسانی محاسبہ کا من و عن تصور پیش کرتی ہیں ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سرکار مدینہ کے نقش قدم پر چل کر فلاح پائیں ۔

توبہ کا تصوّر

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں توبہ کا تصوّر موجود ہے ۔ چاہے جتنے بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کئے ہوئے سب توبہ کرنے سے معاف کر دیے جاتے ہیں ۔ احادیث میں باری تعالیٰ کی شفقت کو ۷۰ ماؤں کی شفقت کہا گیا ہے ۔ ربوبیت کی تمام کی تمام صفات شفقت پر دلالت کرتی ہیں ۔ اس قہار اور جبّار کے قہر اور غضب سے پناہ مانگنی چاہیے ۔ چاہے زندگی میں جتنی بدکاریاں کی ہوں ، لوگوں کے حقوق سلب کئے ہوں ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کیا ہو ، موت کے آثار نمایاں ہونے سے قبل ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے بشرطیکہ صدق دل سے معافی مانگی جائے ۔ ہماری

---

[1] PROF. NAEEM AHMAD, HIDDEN ISLANDS OF THE HUMAN SOUL, THE PAKISTAN TIMES, MAGAZINE SECTION, FRIDAY, LAHORE EDITION, FEB. 5, 1988, PP. I, II, IV.

زندگی بڑی قلیل ہے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں لہذا توبۃ النصوح فوراً کی جائے۔ احادیث مبارکہ میں تو اس حد تک آتا ہے کہ اگر انسان کے گناہ اُحد پہاڑ کے برابر بھی ہوں تو وہ قابل معافی ہیں۔

امام غزالیؒ کی منہاج العابدین

امام غزالیؒ کی آخری تصنیف منہاج العابدین میں احتساب کے تصور پر کافی مواد موجود ہے اس کتاب میں ایک طویل ترین حدیث مبارکہ موجود ہے ۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنی طویل حدیث شریف نہیں پڑھی اور نہ ہی سُنی ہے ۔ اگر اس کو غور سے پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے تو یہ ہمارے لیے کافی ہے ۔ آخرت کی سختی اور پکڑ کا ذکر سورۃ زلزال میں موجود ہے کہ اگر کوئی ذرہ بھر نیکی کریگا تو اُسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا تو اُسے دیکھے گا ۔ اسی طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک فلس (پیسہ) رشوت ۷۰، قبول نمازوں کو ضائع کر دیتی ہے۔ حقوق العباد میں والدین کی خدمت اولین فرض ہے ۔ حقوق العباد کی نگہداشت ہماری فلاح کا راستہ ہے ۔ اب وہ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

ابن مبارک رحمہ اللہ خالد بن معدان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاذؓ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث سناؤ ۔ جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہو اور اس کو یاد کیا ہو۔ اور اس کی شدت اور باریکی کی وجہ سے آپ اسی کا تذکرہ ہر روز کرتے ہوں تو آپ نے فرمایا ہاں ۔ بیان کرتا ہوں ۔

پھر آپ بڑی دیر تک روتے رہے پھر کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ملاقات کا شوق حد سے بڑھ گیا ہے ۔

پھر فرمایا ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا ۔ آپ سواری پر بیٹھے اور مجھے بھی اپنے پیچھے بٹھا لیا ۔ پھر ہم چلے آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی پھر فرمایا ۔ تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے ۔ فیصلہ فرماتا ہے ـــ اے معاذ میں نے عرض کیا لبیک یا سید المرسلین آپ نے فرمایا میں تجھ سے ایسی بات بیان کر رہا ہوں کہ اگر تو نے اُس کو یاد رکھا تو تجھے نفع دے گی اور اگر تو نے اس کو ضائع کر دیا ۔ تو اللہ عزوجل کے نزدیک تیری

حجت ختم ہو جائے گی ـــــ اے معاذ اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین اور آسمان کی پیدائش سے پہلے سات فرشتوں کو آسمانوں کے خازن اور دربان کی حیثیت سے پیدا کیا۔ اور ہر ایک آسمان کے دروازے پر ایک فرشتہ کو بحیثیت دربان کھڑا کر دیا۔ پھر کراماً کاتبین بندے کے اعمال لے کر چڑھتے ہیں ان میں روشنی اور چمک ہوتی ہے۔ جیسے سورج کی روشنی۔ یہاں تک کہ وہ پہلے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور کراماً کاتبین اُس کے عمل کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں اور اُس کو خاص جانتے ہیں۔ پھر جب وہ دروازہ پر پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ اُن سے کہتا ہے۔ اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو۔ میں غیبت کا فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں ایسے آدمی کا عمل اُوپر نہ جانے دوں جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ـــــ پھر دوسرے دن فرشتے اُوپر جاتے ہیں۔ اُن کے پاس بہت اچھے عمل ہوتے ہیں۔ وہ عمل نور سے روشن ہوتے ہیں کراماً کاتبین اُن کو بہت زیادہ اور پاکیزہ خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ دوسرے آسمان پر جاتے ہیں تو فرشتہ کہتا ہے ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو کیونکہ اُس کی نیت اِس عمل سے دنیا کمانے کی تھی مجھے میرے اللہ نے حکم دے رکھا ہے کہ میں ایسے آدمی کا عمل اوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر فرشتے شام تک اُس پر لعنت کرتے رہتے ہیں ـــــ پھر فرشتے بندے کا عمل لے کر اوپر جاتے ہیں اور اُن سے بڑا خوش ہوتے ہیں۔ اُن میں صدقہ روزہ اور بہت سی نیکیاں ہوتی ہیں۔ فرشتے ان کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں اور خالص جانتے ہیں۔ پھر جب وہ تیسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ کہتا ہے۔ کہ ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو۔ میں تکبر والوں کا فرشتہ ہوں۔ میرے اللہ نے مجھے حکم دے رکھا ہے۔ کہ میں کسی ایسے آدمی کا عمل اوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہو۔ یہ آدمی لوگوں پر ان کی مجالس میں اپنی بڑائی بیان کرتا ہے ـــــ اور فرشتے بندے کا عمل لے کر اُوپر جاتے ہیں اور وہ عمل اس طرح چمکتے ہیں جیسے ستارے یا کوئی روشن ستارہ ان اعمال میں سے تسبیح کی آواز آتی ہے۔ اُن میں روزہ۔ حج۔ نماز اور عمرہ ہوتا ہے ـــــ پھر جب وہ چوتھے آسمان پر جاتے ہیں۔ تو وہاں کا موکل دربان فرشتہ ان سے کہتا ہے۔ ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر

دے مارو ۔ میں عجب والوں کا فرشتہ ہوں ۔ مجھے میرے اللہ نے حکم دے رکھا ہے ۔ کہ میں ایسے آدمی کا عمل اوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے ۔ یہ آدمی جب کوئی عمل کرتا ہے ۔ تو اُس پر مغرور ہو جاتا ہے ۔ اور فرشتے بندے کا عمل لے کر اُوپر جاتے ہیں وہ اعمال اس طرح آراستہ ہوتے ہیں جیسے دلہن سسرال جانے کے وقت جب وہ اُن کو لے کر پانچویں آسمان تک پہنچتے ہیں ان میں جہاد ۔ حج ۔ عمرہ وغیرہ اچھے اعمال ہوتے ہیں ان کی چمک سُورج جیسی ہوتی ہے ۔ تو فرشتہ کہتا ہے میں حسد کرنے والوں کا فرشتہ ہوں ۔ یہ آدمی لوگوں پر اُن چیزوں میں حسد کرتا تھا جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں ۔ یہ آدمی خدا تعالیٰ کی پسندیدہ تقسیم پر ناراض ہے ۔ میرے اللہ نے مجھے حکم دے رکھا ہے ۔ کہ میں اس کے عمل اُوپر نہ جانے دوں ۔ کہ وہ مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہے ۔ اور فرشتے بندے کا عمل لے کر اُوپر جاتے ہیں اُن میں اچھے وضو ۔ بہت سی نمازیں ۔ روزے ۔ حج اور عمرہ ہوتا ہے وہ چھٹے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں ۔ تو دروازے پر مقررہ نگہبان کہتا ہے ۔ میں رحمت کا فرشتہ ہوں اِن اعمال کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو ۔ یہ آدمی کبھی کسی انسان پر رحم نہیں کرتا تھا اور کسی بندے کو مصیبت پہنچتی ہے ۔ تو خوش ہوتا ہے ۔ میرے اللہ نے مجھے حکم دے رکھا ہے ۔ کہ میں اِس کے اعمال کو اوپر نہ جانے دوں یہ مجھے چھوڑ کر غیروں کی طرف متوجہ ہے ۔ پھر فرشتے بندے کا عمل لے کر چڑھتے ہیں اُس میں بہت سا صدقہ ۔ نماز ۔ روزہ ۔ جہاد اور پرہیزگاری ہوتی ہے ۔ ان کی آواز ہوتی ہے ۔ جیسے رعد کی آواز اور چمک جیسے بجلی کی چمک ۔ پھر جب وہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں ۔ تو فرشتہ جو اس آسمان پر موکل ہے کہتا ہے ۔ میں ذکر کا فرشتہ ہوں یعنی سنانے کا اور لوگوں میں آواز دینے کا ۔ اِس عمل والے نے اس عمل میں مجلسوں میں تذکرہ اور دوستوں میں بلندی اور بڑے لوگوں کے نزدیک جاہ پسندی کی نیت کی تھی ۔ میرے اللہ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں اس کے عمل کو اُوپر نہ جانے دوں کہ یہ مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے ۔ اور ہر وہ عمل جو اللہ کے لیے خالص نہ ہو وہ ریا ہے اور ریاکار کا عمل اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے اور فرشتے بندے کے اعمال نماز ۔ زکوٰۃ ۔ روزہ ۔ حج ۔ عمرہ ۔ اچھا خلق خاموشی اور ذکر الٰہی لے کر اوپر جاتے ہیں ساتوں آسمانوں کے فرشتے ان کی مشایعت کے لیے ساتھ ہو جاتے ہیں یہاں تک

کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے سامنے سے تمام پردے ہٹ جاتے ہیں۔ پھر وہ اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہو کر اس کے لیے شہادت دیتے ہیں کہ اس کا عمل نیک خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ___ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تم میرے بندے کے اعمال پر نگران ہو اور میں اس کے دل کی نگرانی کرنے والا ہوں۔ اِس عمل سے اُس کا ارادہ مجھے خوش کرنا نہیں تھا بلکہ میرے سوا اوروں کو خوش کرنا مقصود تھا۔ میں اسے اپنے لیے خالص نہیں سمجھتا۔ اور میں خوب جانتا ہوں جو عمل کرنے سے اِس کی نیت تھی اس پر میری لعنت۔ اِس نے بندوں کو بھی دھوکہ دیا اور تم کو بھی۔ لیکن مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا۔ میں غیبوں کا جاننے والا ہوں۔ دلوں کے خیالات سے واقف ہوں مجھ پر کوئی پوشیدہ چیز چھپی نہیں رہ سکتی اور کوئی چیز مجھ سے اوجھل نہیں ہے۔ میرا علم حاضر کے متعلق بھی اسی طرح ہے۔ جیسے مستقبل کے متعلق ہے اور گزری ہوئی چیزوں کے ساتھ میرا علم اُسی طرح ہے جیسا کہ باقی چیزوں کے متعلق اور میرا علم پہلے لوگوں کے ساتھ اسی طرح ہے۔ جیسے پچھلوں کے ساتھ۔ میں پوشیدہ کو جانتا ہوں اور دل کے خیالات کو بھی۔ میرا بندہ اپنے عمل کے ساتھ مجھے کس طرح دھوکہ دے سکتا ہے۔ دھوکہ تو مخلوق کھاتی ہے۔ جن کو علم نہیں ہوتا اور میں تو غیبوں کا جاننے والا ہوں اس پر میری لعنت ہے اور ساتوں فرشتے اور تین ہزار فرشتے وداع کرنے والے سب کہتے ہیں اے ہمارے رب اس پر تیری لعنت ہے اور ہماری بھی لعنت۔ پھر آسمانوں والے کہتے ہیں اِس پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت۔ پھر معاذ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور بڑا سخت روئے اور کہا اے اللہ کے رسول آپ نے جو ذکر فرمایا ہے۔ اس سے نجات کی کیا صُورت ہے۔ تو فرمایا اے معاذ اپنے نبی کی یقین میں اقتدا کر۔ میں نے کہا۔ آپ تو اللہ کے رسول ہیں اور میں معاذ بن جبل ہوں۔ مجھے نجات اور خلاصی کس طرح نصیب ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا اے معاذ اگر تیرے عمل میں کوتاہی ہو تو لوگوں کی بے آبروئی کرنے سے اپنی زبان کو روک خصوصاً اپنے بھائیوں قرآن پڑھنے والوں سے اور لوگوں کی بے آبروئی کرنے سے اپنے نفس کے عیبوں کا علم تجھے روک دے اور اپنے بھائیوں کی خدمت کر کے اپنے نفس کو پاک نہ بنا اور اپنے بھائیوں کو گرا کر اپنے آپ کو بلند کرنے کی کوشش نہ کر اور اپنے عمل میں ریاکاری نہ کر کہ تو لوگوں میں پہچانا جائے اور اس طرح دنیا میں مشغول نہ ہو جا کہ تجھے آخرت کا معاملہ بھول جائے اور جب تیرے پاس کوئی اور آدمی بھی

بیٹھا ہو تو کسی دوسرے سے چھپ کر مشورہ نہ کر اور لوگوں میں بڑائی حاصل کرنے کی کوشش نہ کر کہ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں تجھ سے منہ موڑ لیں گی اور اپنی مجلس میں اس طرح فحش گوئی نہ کر کہ لوگ تیری بداخلاقی کی وجہ سے تجھ سے گریز کرنے لگیں۔ اور لوگوں پر احسان نہ جتا اور لوگوں کی عزت کا پردہ اپنی زبان سے چاک نہ کر کہ تجھے جہنم کے کتے پھاڑ ڈالیں گے اور یہی ہے اللہ تعالیٰ کا قول۔

وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا۔

یعنی ہڈیوں سے گوشت کو الگ کر دیں گے۔

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ان باتوں کی کون طاقت رکھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے معاذ جو میں نے تجھ سے بیان کیا ہے۔ وہ اسی آدمی پر آسان ہے۔ جس پر اللہ احسان کرے تجھے ان تمام باتوں سے یہ چیز کفایت کرتی ہے۔ کہ تو لوگوں کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو تو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے۔ اور لوگوں کے لیے وہی کچھ ناپسند کرے جو اپنے نفس کے لیے ناپسند کرتا ہے۔ اگر تو ایسا کرے گا تو سلامت رہے گا اور نجات پا جائے گا۔

خالد بن معدان نے کہا کہ حضرت معاذؓ قرآن پاک کی تلاوت بھی اس کثرت سے نہیں کرتے تھے جتنا کہ اس حدیث کو بیان کرتے اور اپنی مجلس میں اس کا تذکرہ کرتے اور اے آدمی جب تو نے یہ عظیم حدیث اور بہت بڑی خبر سن لی ہے۔ جس کا انجام بڑا دردناک ہے جس کے اثر سے دل اڑنے لگتے ہیں اور عقول پریشان ہو جاتی ہیں اور جس کو سینے اٹھانے سے تنگ ہیں جس کی ہیبت سے نفس گھبراتے ہیں تو اپنے مولا کی رحمت کا دامن تھامے اور عاجزی اور تضرع اور دن رات کے رونے سے اس کے دروازہ کو لازم پکڑ۔ جیسا کہ دوسرے عاجزی کرنے والے اور تضرع کرنے والے کرتے ہیں اس معاملہ میں نجات صرف اُس کی رحمت سے ہے۔ اور اس سمندر سے سلامتی کے ساتھ بچ نکلنا صرف اُس کی توجہ اور توفیق اور عنایت سے ہے۔ غافلوں کی نیند سے بیدار ہو اور اس کام کو اُس کا حق دے اور اس خوفناک گھاٹی میں اپنے نفس سے جہاد کرتا کہ تو ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک نہ ہو جائے اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کی التجا ہے وہ بہترین مددگار ہے۔ اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت بھی اللہ تعالیٰ بلند اور عظیم کی توفیق سے ہے [1]

[1] امام غزالیؒ: منہاج العابدین، اردو ترجمہ از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، صفحات (۳۰۲ - ۳۰۳)

اخروی احتساب اور روح

مٹی کے ایک گھروندے میں مقید روح کے بارے میں بہت کم علم دیا گیا ہے ۔ جوں جوں عقل انسانی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے ۔ روح کی حقیقت کے بارے میں کم علمی بڑھتی جا رہی ہے ۔ روح کے نکلنے کے بعد جسم انسانی مٹی کا ایک ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے ۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

دیگر مذاہب میں روح کا تصوّر موجود ہے لیکن کئی مذاہب نے تو اواگاؤں اور مسئلہ تناسخ (METEMPSYCHOSIS) سے روح کی حقیقت کو اور زیادہ مسخ کر دیا ۔ علامہ ابن القیم المتوفی ۷۵۱ھ کی کتاب الروح جو ۴۰۸ صفحات پر مشتمل ہے ، اس ضمن میں نہایت جامع اور مستند ہے ۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا راغب رحمانی نے کیا ہے ۔ تفصیلات کے لیے اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں علامہ ابن القیم نے حقیقت روح اور اس کے بارے میں حساب کتاب نیز عالم برزخ پر کھل کر بحث کی ہے ۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربّانی ہے :

الّذی احسن کلّ شیئٍ خلقهٗ و بدأ خلق الانسان من طینٍ ۰ ثم جعل نسله من سُللةٍ من مّآءٍ مّهینٍ ۰ ثم سوّٰهُ ونفخ فیه من روحهٖ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ ط قلیلاً ما تشکرون [1]

ترجمہ : وہی جس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اور انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی ۔ پھر چلائی اس کی نسل نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے ۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تم کو کان اور آنکھ اور دل دیے ۔ تم لوگ کم ہی شکر کرتے ہو ۔

---

[1] القرآن الحکیم ، سورۃ السجدہ ، آیات (۷ - ۹)

اس سورۃ میں بیان کردہ آیت نمبر ۸ پر MAURICE BUCAILLE ان الفاظ میں تبصرہ کرتا ہے:

The Arabic word, translated here by the word 'quintessence', is sulala. It signifies something which is extracted, the issue of something else, the best part of a thing. In whatever way it is translated, it refers to a part of a whole.

Fertilization of the egg and reproduction are produced by a cell that is very elongated: its dimensions are measured in ten thousandths of a millimetre. In normal conditions, only one single cell among several tens of millions produced by a man will actually penetrate the ovule; a large number of them are left behind and never complete the journey which leads from the vagina to the ovule, passing through the uterus and Fallopian tubes. It is therefore an infinitesmally small part of the extract from a liquid whose composition is highly complex which actually fulfills its function!

In consequence, it is difficult not to be struck by the agreement between the text of the Qur'an and the scientific knowledge we posses today of these phenomena.[1]

یعنی انسان ایک ناپاک قطرے سے بنا ہے ۔ قرآن حکیم میں انسانی تخلیق کے متعلق جو

---

[1] MAURICE BUCAILLE, THE BIBLE THE QURAN AND SCIENCE, PAGES 201-202.

نظریات درج ہیں ان کی سائنس سے مطابقت ہے۔انسانی نطفہ کے ایک کیوبک سنٹی میٹر میں ۲½ کروڑ جرثومے ہوتے ہیں۔ ایک جرثومہ ہی ملاپ کے بعد حمل کا باعث بن جاتا ہے۔ اتنی تعداد میں یہ جرثومے سفر کرنا شروع کر دیتے ہیں لیکن خدا کی قدرت ہے کہ وہ اپنے مقام تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ پھر فاضل مصنف لکھتا ہے:

It is estimated that in one cubic centimetre of sperm there are 25 million spermatozoons with under normal conditions, an ejaculation of several cubic centimetres.[1]

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہے کہ انسان چاہے جتنا زور لگائے اور کوشش کرے وہ بچہ پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ اصل مصور تو مصوّر حقیقی اور اصل نقاش تو نقاش فطرت ہی ہے۔ اگر مرد کا ایک جرثومہ اپنی منزل پر پہنچ کر ملاپ کے بعد انسانی زندگی کا آغاز کر سکتا ہے تو اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان ۲½ کروڑ جرثوموں میں سے ایک بھی اپنا سفر طے نہیں کر پاتا۔ بعد میں جب ملاپ ہو تو شکم مادر میں جہاں بچہ لیٹا ہوا ہے۔ روح ڈالی جاتی ہے۔ انسانی روحوں کے چار گھر ہیں حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں:[2]

رُوحوں کے چار گھر ہیں اور ہر لاحق گھر ہر سابق گھر سے بڑا ہے۔ پہلا گھر ماں کا پیٹ ہے جو محدود و تنگ و تاریک اور تین تین اندھیروں سے گھرا ہوا ہے دوسرا گھر دنیا ہے جہاں انسان خیر و شر اور سعادت و شقاوت کی کھیتی کرتا ہے اور ان کے اسباب فراہم کرتا ہے تیسرا گھر برزخ ہے جو دنیا سے وسیع اور بہت بڑا ہے بلکہ ان دونوں کی نسبت وہی ہے جو سابقہ دو گھروں میں تھی۔ چوتھا گھر آخرت ہے یعنی جنت یا جہنم۔ آگے کوئی گھر نہیں۔ حق تعالیٰ بتدریج انسان کو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل کرتا ہوا آخری گھر (آخرت) میں لے آتا ہے۔ جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا تھا اور جس کی تخلیق سے غرض اس گھر کی شقاوت و سعادت کا حصول تھا۔ ہر گھر کے حالات و احکام جداگانہ ہیں۔

---

۱ ایضاً ص ۲۰۱

۲ حافظ ابن القیم، کتاب الروح، اردو ترجمہ از مولانا راغب رحمانی۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی ص ۱۹۶

علامہ ابن القیم مزید رقم طراز ہیں کہ روح کے جسم سے پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور ہر تعلق کا جداگانہ حکم ہے[1]:

۱۔ رحم میں جنین میں بھی رُوح کا جسم سے تعلق ہوجاتا ہے۔ ۲۔ دُوسرا تعلق دنیا میں آنے کے بعد ہوتا ہے۔ ۳۔ تیسرا تعلق نیند کی حالت میں ہوتا ہے کہ جسم سے ایک صُورت سے تعلق بھی ہے اور ایک صورت سے مفارقت بھی۔ ۴۔ چوتھا تعلق برزخ میں ہوتا ہے کیونکہ اگرچہ مرنے کے بعد روح جسم سے علیحدہ ہوکر آزاد ہوجاتی ہے مگر ایسی علیحدگی نہیں ہوتی ہے کہ ذرا سا بھی تعلق باقی نہ رہے۔ ہم شروع میں قبر میں روح کے لوٹائے جانے کی حدیثیں بیان کرچکے کہ جب مُردے کو کوئی سلام کرتا ہے تو سلام کا جواب دینے کے لیے اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔ یہ ایک خاص قسم کا لوٹایا جانا ہے جو قیامت سے پہلے بدن کی زندگی کو لازم نہیں۔ ۵۔ پانچواں تعلق زندگی بعد الموت کے بعد ہوگا جو سب سے گہرا اور مکمل تعلق ہوگا جس کے سامنے پہلی قسم کے چاروں تعلق ہیچ ہوں گے کیونکہ یہ ایسا تعلق ہوگا جس کے ہوتے ہوئے نہ موت آئے گی نہ نیند اور نہ بدن میں کسی قسم کا کوئی تغیّر پیدا ہوگا۔

سجین والی روحیں اور علیّین والی روحیں

روحوں کی دو اقسام ہیں:

i ۔ سجین والی روحیں۔

ii ۔ علیّین والی روحیں

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر آخرت کے بارے میں تفصیلات ہمیں مہیا فرما کر ہر وہم و گمان سے بے نیاز کر دیا ہے۔ موت کے وقت کیا حال ہوگا؟ روح کیسے قبض ہوگی؟ ارواح کی مذکورہ بالا اقسام سے کیا سلوک ہوگا۔ حساب کتاب اُخروی زندگی میں کیسے ہوگا۔

---

[1] حافظ ابن القیم، کتاب الرّوح، اردو ترجمہ از مولانا راغب رحمانی، نفیس اکیڈمی، اردو بازار کراچی، طبع دہم جون ۱۹۸۲ صفحہ ۱۰۰

پوری تصویر ہمارے آنکھوں کے سامنے کھینچ کر رکھ دی گئی ہے ۔ براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازے کے ہمراہ تھے ۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و الہ وسلم بھی تشریف لاکر بیٹھ گئے ۔ ہم بھی آپؐ کے آس پاس خاموش بیٹھ گئے ۔ میت کی لحد کھودی جا رہی تھی ۔ آپؐ نے تین بار قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگی ۔ حافظ ابن القیم نے ایک حدیث شریف بیان کی ہے ملاحظہ ہو اس میں اُخروی احتساب اور روح کے ساتھ جو حشر اور محاسبہ کا عمل ہونا ہے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے :

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک دن رحمتِ عالمؐ تشریف فرما تھے ۔ آپ نے یہ آیت وَلَوْ تَرٰیٓ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الخ کاش آپ دیکھتے جب ظالم موت کی بے ہوشیوں میں ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلا رہے ہوں گے (مار رہے ہوں گے) اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے ۔ ہر شخص دنیا سے اٹھنے سے پہلے اپنا جنتی یا جہنمی ٹھکانا دیکھ لیتا ہے ۔ پھر فرمایا دنیا سے جُدا ہوتے وقت مرنے والے کے سامنے فرشتوں کی دو قطاریں آسمان و زمین کے درمیان باقاعدہ نظام کے ساتھ ہوتی ہیں ۔ گویا ان کے چہرے سُورج ہیں مرنے والا بس انھیں کو دیکھتا ہے تو پاس جانے والے خیال کرتے ہیں کہ جاں بلب مریض ہمیں دیکھ رہا ہے ہر فرشتے کے پاس کفن و خوشبو ہوتی ہے ۔ اگر مرنے والا مومن ہوتا ہے تو اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح اللہ کی جنت و بشارت کی طرف نکل ۔ حق تعالیٰ نے تیرے لیے وہ عزت و بزرگی والی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو دنیا وما فیہا سے بہت بہتر ہیں ۔ فرشتے برابر اسے بشارت دیتے اور گھیرے رہتے ہیں ۔ اس پر ماں سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہوتے ہیں ۔ اور اس کی رُوح ہر ناخن اور ہر جوڑ کے اندر سے کھینچتے ہیں ۔ پس رفتہ رفتہ روح جس جس حصّے سے کھنچتی جاتی ہے وہ حصّہ مرتا جاتا ہے اور اس پر آسانی ہوتی جاتی ہے ۔ اگرچہ تم اس پر سختی دیکھتے ہو۔ آخر روح ٹھوڑی تک پہنچ جاتی ہے جس طرح بچہ رحم سے مشکل سے نکلتا ہے اس سے کہیں زیادہ مشکل سے رُوح جسم سے نکلتی ہے ۔ پھر ہر فرشتہ اسے لینے کے لیے جلدی کرتا ہے ۔ مگر ملک الموت لے لیتے ہیں ۔ پھر آپ نے آیت قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الخ آپ فرما دیں کہ تمہاری روح ملک الموت قبض کرتا ہے ۔ جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے اور تم سب اپنے ربّ کے پاس لوٹ

کر جلتے ہو، کی تلاوت فرمائی پھر فرشتے سفید کفنوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں اور اسے سینوں سے چمٹا لیتے ہیں جیسے ماں بچہ کو پیدا ہونے کے بعد چمٹا لیتی ہے۔ بلکہ ماں سے بھی زیادہ مہربان ہوتے ہیں۔ پھر اس سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو مہک اُٹھتی ہے فرشتے اس کی خوشبو سونگھتے ہیں اور اسے چمٹائے رہتے ہیں۔ اور کہتے رہتے ہیں کہ پاکیزہ روح کو مرحبا ہو اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس رُوح پر اپنی رحمت اتار اور اس جسم پر بھی جس سے یہ نکلی ہے۔ پھر اس کے ساتھ چڑھتے ہیں۔ فضا میں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس آنے والی خوشبودار رُوح کی مہک انہیں بھی پہنچتی ہے جو مشک سے بھی زیادہ اچھی ہوتی ہے وُہ بھی اس کے لیے دُعا کرتے ہیں اور سینے سے لگاتے ہیں۔ پھر ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں روح جس آسمان سے گزرتی ہے اس کے فرشتے اس کے لیے دُعائیں مانگتے ہیں آخر حق تعالیٰ کے سامنے پہنچ جاتی ہے۔ حق تعالیٰ بھی اس پاکیزہ روح کا خیر مقدم فرماتا ہے اور اس کے جسم کا بھی جس سے یہ نکلی ہے اور جب اللہ کسی کا خیر مقدم فرمائے تو ہر چیز اس کا خیر مقدم کرتی ہے اور اس سے ہر قسم کی تنگی دُور ہو جاتی ہے۔ پھر حق تعالیٰ اس پاکیزہ روح کے لیے فرماتا ہے کہ اسے جنّت میں داخل کر کے اس کا جنتی ٹھکانا دکھا دو۔ اور پھر اسے زمین ہی کی طرف لے جاؤ کیونکہ میرا فیصلہ ہے کہ میں نے انسان کو مٹی ہی سے پیدا کیا اسی میں لوٹا دوں گا اور پھر اسی سے پیدا کرونگا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے روح کو جسم سے نکلتے وقت اتنا بار نہیں ہوتا جتنا کہ جنت سے نکلتے وقت ہوتا ہے۔ رُوح کہتی ہے کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ کیا اس جسم کی طرف جس میں تھی؟ فرشتے کہتے ہیں ہمیں یہی حکم ہے اور تمہیں بھی اس کے بغیر چارہ نہیں آخر فرشتے اسے اُتار لاتے ہیں۔ اس عرصہ میں لوگ جسم کے غسل و کفن سے فارغ ہو جاتے ہیں اور رُوح کو اس کے جسم و کفن میں داخل کرا دیتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روح جسم و کفن کے درمیان لوٹائی جاتی ہے یہ لوٹانا اس تعلق کے علاوہ ہے جو دنیا میں روح کو جسم کے ساتھ تھا یہ تعلق کی ایک جداگانہ قسم ہے۔ جو حالت نیند کے تعلق کی طرح نہیں نہ اس تعلق کی طرح ہے جو تعلق قرارگاہ میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ سوال کے لیے ایک خاص قسم کا لوٹنا ہے[1]۔

---

[1] حافظ ابن القیم، کتاب الرّوح (اردو ترجمہ مذکورہ بالا صفحات (۱۰۷ - ۱۰۵)

ایک اور جگہ حافظ ابن القیم فرماتے ہیں :

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جب قبض کیے جانے کے بعد رُوح اُوپر چڑھتی ہے تو مرنے والے کی آنکھ اسے دیکھتی ہے اور یہ بھی بتایا کہ ملک الموت رُوح قبض کرتے ہیں پھر ان کے ہاتھ سے فرشتے لے لیتے ہیں، پھر اس سے مشک سے بھی زیادہ پیاری خوشبو نکلتی ہے یا سڑی ہوئی لاش کی بدبو سے بھی زیادہ بدبو نکلتی ہے۔ ظاہر ہے کہ عوارض کی نہ بُو ہوتی ہے نہ انھیں روکا جاتا ہے اور نہ انھیں ہاتھ بہ ہاتھ لیا جاتا ہے اور یہ بھی بتایا کہ رُوح آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ اس پر آسمان و زمین کے درمیان کا ایک ایک فرشتہ نماز پڑھتا ہے اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں پھر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک چڑھتی ہوئی اس آسمان پر پہنچ جاتی ہے جہاں حق تعالیٰ ہے پھر اس کے سامنے کھڑی کر دی جاتی ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکا نام علیین یا سجین والوں کے رجسٹر میں لکھ لیا جائے۔ پھر زمین کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور کافر کی روح پٹخ دی جاتی ہے اور یہ بھی کہ روح قبر میں سوال کے لیے بدن کیساتھ داخل ہوتی ہے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درختوں کے پھل کھاتا رہتا ہے۔ جب تک حق تعالیٰ پھر اسے اس کے جسم میں نہ لوٹا دے اور یہ بھی بتایا کہ شہیدوں کی رُوحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔ جو جنت کی نہروں پر آتی جاتی ہیں اور جنت کے پھل کھاتی ہیں اور یہ بھی بتایا کہ روح پر برزخ میں قیامت تک عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے قوم فرعون کی رُوحوں کے بارے میں فرمایا کہ انھیں قیامت تک صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا رہے گا۔ شہیدوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔ اس زندگی سے روحوں کی زندگی مراد ہے اور انھیں برابر غذا مل رہی ہے۔ ورنہ ان کے جسم تو کبھی کے فنا ہو چکے پھر آپ نے اس زندگی کی یہ تفسیر بیان فرمائی کہ ان کی رُوحیں سبز پرندوں کے جوف میں ہیں۔ جن کے لیے عرش کے نیچے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ جنت میں چرتی پھرتی ہیں پھر ان چراغوں میں آکر بسیرا کرتی ہیں پھر ان کا رب انھیں جھانک کر پوچھتا ہے کچھ خواہش ہے؟ کہتی ہیں کہ ہم تو جنت میں حسب مرضی چرتی پھرتی ہیں اب اور کیا خواہش ہوگی۔ حق تعالیٰ تین دفعہ بار بار یہی پوچھتا ہے جب وہ دیکھتی ہیں کہ جواب دیے بغیر چارہ نہیں تو کہتی ہیں ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمیں اپنے جسموں کی طرف لوٹا دیا جائے تاکہ ہم دوسری دفعہ تیری راہ میں شہید ہو جائیں۔ آپؐ سے یہ بھی ثابت ہے شہیدوں

کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اور جنت کے پھل کھاتی رہتی ہیں ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگِ اُحد میں جب تمہارے بھائی شہید ہو گئے تو حق تعالیٰ نے ان کی رُوحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھ دیں جو جنت کی نہروں اور پھلوں میں سے کھاتی پیتی ہیں اور عرش کے سایے میں سونے کے چراغوں میں بسیرا کرتی ہیں پھر جب انھوں نے اپنا پاکیزہ کھانا پینا اور آرام کی خوبصورت جگہ دیکھی تو کہنے لگیں کاش ہمارے بھائیوں کو بھی معلوم ہو جاتا کہ اللہ نے ہمارے لیے کیا نعمتیں فراہم کر رکھی ہیں تاکہ انھیں بھی جہاد کی رغبت ہو اور لڑائی سے پیچھے نہ ہٹیں ۔ حق تعالیٰ نے فرمایا میں خبر کیے دیتا ہوں ۔ چنانچہ اس نے اپنے رسولؐ پر آیت اتاری کہ تم انھیں جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں مُردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور انھیں ان کے رب کے پاس سے روزی پہنچائی جاتی ہے (احمد) یہ روایت روحوں کے کھانے پینے ، حرکت و انتقال اور بات چیت کرنے کے بارے میں صاف ہے [1]۔

جانوروں کے پیٹ کا علاج

روح پر جو عذاب ہو رہا ہوتا ہے اس بارے میں حافظ ابن القیم عجیب انکشاف فرماتے ہیں:

" بعض علماء کا قول ہے کہ اسی وجہ سے جب جانوروں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے تو لوگ انھیں یہودیوں ، عیسائیوں اور منافقوں (جیسے اسماعیلی ، نصیریہ ، قرامطہ وغیرہ جو مصر و شام میں رہتے ہیں) کی قبروں پر لے جاتے ہیں ۔ جب جانور خصوصاً گھوڑے قبر کا عذاب سنتے ہیں تو اس سے بوکھلا کر بدکتے ہیں اور ان کے پیٹ کا درد جاتا رہتا ہے "[2]

حافظ ابن القیم کی کتاب الروح کا خلاصہ یہ ہے :

۱ ۔ رُوح کا ٹھکانہ علیین یا سجین ہے ۔

۲ ۔ مرنے کے بعد رُوح باقی رہتی ہے مگر جسم عموماً گل سڑ کر مٹی میں مل جاتا ہے ۔ ہاں انبیاء کرام

---

[1] حافظ ابن القیم ، کتاب الروح (اردو ترجمہ) صفحات (۹۳ ۔ ۹۱)

[2] حافظ ابن القیم ، کتاب الروح ، صفحہ ۱۱۰ ۔

کے اجسام مٹی پر حرام ہیں یا جنہیں اللہ پاک باقی رکھنا چاہے ۔

۳ ۔ رُوح کو اپنے جسم کے ذرات اور قبر سے خاص تعلق رہتا ہے ۔

۴ ۔ قبر کا عذاب و ثواب جسم و روح دونوں پر ہوتا ہے مگر روح پر براہ راست ہوتا ہے اور جسم پر بواسطۂ رُوح کے ۔

۵ ۔ قبر سے مراد برزخ ہے ۔

۶ ۔ تازہ مُردے اس وقت تک سنتے ہیں جب تک ان کے پاس سوال وجواب کے لیے روح رہتی ہے ۔ پھر نہیں سنتے ۔

۷ ۔ مُردوں کے سننے یا سمجھنے یا علم وغیرہ سے ان کی رُوحیں مراد ہیں جسم نہیں ۔ جسم تو فنا ہو جاتا ہے ہاں رُوحیں سنتی سمجھتی اور سلاموں کا جواب دیتی ہیں ۔

۸ ۔ فرشتے اور دُنیا سے جانے والی روحیں بھی روحوں کو پیام رسانی کا ذریعہ ہیں ۔

۹ ۔ عالم برزخ کی یا آخرت کی زندگی کا اور زندگی کے تمام لوازمات کا دنیوی زندگی پر اور زندگی کے لوازمات پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور صحیح نہیں ۔

۱۰ ۔ روحیں انتہائی تیز رفتار ہیں ۔

۱۱ ۔ برزخ آخرت کی پہلی سیڑھی ہے ۔

۱۲ ۔ رُوحوں کو اپنے ٹھکانوں پر ہونے کے باوجود بھی اپنی اپنی قبروں سے تعلق رہتا ہے ۔

۱۳ ۔ آخرت اور برزخ کے صحیح معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام ہیں ۔

۱۴ ۔ ہمارا علم وحی کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔

۱۵ ۔ اگر فلسفہ و وحی میں تصادم ہو تو یا تو ہمارا علم غلط ہے یا وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے غرضیکہ غلطی ہماری ہی طرف سے ہے ۔ وحی نے جو کچھ بتایا بالکل صحیح ہے ۔

۱۶ ۔ عقل و وحی میں ٹکراؤ بھی ناممکن ہے ۔

۱۷ ۔ عقل کو وحی کے تابع رکھنا چاہیے ۔ وحی کو عقل کے تابع نہیں رکھنا چاہیے ۔

۱۸ ۔ آخرت کی معلومات کا مخزن وحی ہے عقل نہیں ۔

۱۹ ۔ انبیائے کرام اور شہداء دنیوی زندگی کے اعتبار سے فوت ہو چکے ۔ اگر اللہ کسی کو برزخ میں

زندہ رکھے تو وہ اس کی برزخی زندگی ہے جس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں ۔ دنیوی زندگی پر اس کا قیاس غلط ہے ۔

۲۰۔ برزخ میں ہر رُوح کا ٹھکانا اس کے مرتبے کے مطابق ہے ۔

۲۱۔ خواب میں زندوں اور مُردوں کی روحوں کی ملاقات ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ رُوحیں خواب میں ایک گونہ تجرد حاصل کر کے اوپر کو پرواز کرتی ہیں اور مختلف قسم کی ارواح سے ملاقات کرلیتی ہیں[1]

خوابوں میں احتساب

علما نے فرمایا ہے کہ بعض دفعہ خوابوں میں بنی آدم کو تنبیہ کی جاتی ہے ۔ ڈرایا جاتا ہے اور راہِ راست پر آنے کی تلقین دی جاتی ہے ۔ اس ضمن میں زندوں اور مردوں کی روحوں کی بھی ملاقات ہوتی ہے ۔ حافظ ابن القیم فرماتے ہیں :

اس کی دلیلیں بے شمار ہیں اور حس و واقعات سب سے بڑے شاہد ہیں ۔ زندوں اور مُردوں کی روحوں میں اسی طرح ملاقات ہوتی ہے ۔ جس طرح زندوں کی روحیں آپس میں ملتی جلتی ہیں ۔ فرمایا اَللّٰہُ یتوفی الانفس حین موتہا الخ اللہ موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور سوتے وقت ان روحوں کو بھی جن کی ابھی موت نہیں آئی ۔ پھر جن پر موت کا حکم فرما چکا انہیں روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک معین مدت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے (زمر ۴۲) ابن عباس : مجھے خبر ملی ہے کہ خواب میں زندوں اور مُردوں کی رُوحیں ملتی ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتی پاچھتی ہیں۔ پھر اللہ مُردوں کی رُوحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو چھوڑ دیتا ہے ۔ سدی : اللہ حالتِ نیند میں بھی روحیں قبض کر لیتا ہے ۔ پھر زندوں اور مُردوں کی روحیں مل کر ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور مذاکرہ کرتی ہیں ۔ پھر زندوں کی روحیں ان کے جسم کی طرف دُنیا میں لوٹا دی جاتی ہیں ۔ مگر مردوں کی رُوحیں جب اپنے جسم کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرتی ہیں تو انھیں روک دیا جاتا ہے ۔ اس آیۃ کا ایک مطلب تو یہ ہوا کہ جو مر چکا اس کی روح روک لی جاتی

---

[1] حافظ ابن القیم، کتاب الروح (اردو ایڈیشن) مذکورہ بالا صفحات (۳۸ ۔ ۳۷)

ہے اور جو زندہ ہے اس کی روح جسے نیند میں قبض کی گئی تھی چھوڑ دی جاتی ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ روکی ہوئی اور چھوڑی ہوئی دونوں قسم کی روحیں زندوں ہی کی ہیں۔ پھر جس کی مقررہ مدت پوری ہوچکی اس کی روح روک لی جاتی ہے اور قیامت سے پہلے جسم کی طرف نہیں لوٹائی جاتی اور اور جس کا وقت پورا نہیں ہوا اسے اس کے جسم کی طرف مقررہ مدت پوری کرنے کے لیے لوٹا دیا جاتا ہے شیخ الاسلام نے یہی مطلب پسند فرمایا ہے کہ اسی پر قرآن و حدیث دونوں دلالت کرتے ہیں کیونکہ اللہ نے جن روحوں کو نیند والی وفات دی ہے ان میں سے جن پر موت کا فیصلہ فرمایا ہے انھیں کے روکنے کا حکم فرمایا ہے رہیں وہ روحیں جنہیں موت کے وقت قبض کیا جاتا ہے انھیں نہ رکنے ہی کا حکم ہے اور نہ چھوڑنے کا۔ بلکہ یہ تیسری قسم کی روحیں ہیں۔ لیکن ترجیح پہلے مطلب کو ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے دو وفاتیں بیان کیں۔ وفات کبریٰ (موت) اور وفات صغریٰ (نیند) اور روحوں کی دو قسمیں بیان فرمائیں ایک تو وہ قسم جس پر موت کا حکم صادر ہوچکا انھیں تو اللہ نے اپنے پاس روک لیا اور وفاتِ موت عطا فرمادی اور ایک وہ قسم جس کی ابھی مقررہ مدت باقی ہے انھیں اللہ نے تکمیل عمر کے لیے ان کے جسم کی طرف لوٹا دیا اور مذکورہ بالا وفاتوں کے دو حکم (روکنا اور چھوڑنا) بیان فرمائے اور بتایا کہ زندہ وہ روح ہے جسے نیند والی وفات دی گئی ہے اگر وفات کی صرف دو قسمیں (وفات موت، وفات نیند) ہوتیں تو وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا لانے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ وہ قبض ہی کے وقت سے مرجاتی۔ حالانکہ اللہ نے بتایا کہ وہ نہیں مری۔ تو پھر فیمسک التی قضیٰ علیہا الموت کیسے صحیح ہوسکتا؟ جواب دینے والا یہ جواب دے سکتا ہے کہ وفات نوم کے بعد اللہ نے موت کا فیصلہ فرمایا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آیت وفات کی دونوں قسموں کو شامل ہے۔ کیونکہ اس میں دو وفاتوں (وفات نیند اور وفات موت) کا بیان ہے۔ پھر مرنے والے کی روح کو روکنے اور دوسری روح کو چھوڑنے کا ذکر ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہر مرنے والے کی روح روک لیتا ہے خواہ وہ سوتے سوتے مرجائے یا بیداری میں اور زندوں اور مُردوں کی روحوں کے ملنے کا یہ ثبوت بھی ہے کہ زندہ حضرات خواب میں مُردوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے حالات معلوم کرتے ہیں اور مردے نامعلوم حالات بتاتے ہیں جن کا مستقبل میں بعینہٖ ظہور ہوجاتا ہے اور کبھی ماضی میں بھی ہوچکا ہوتا ہے [له]

له حافظ ابن القیم، کتاب الروح (مذکورہ بالا) صفحات (۶۲-۶۱)

سورۃ الزمر کی آیت ۴۲

روح کی کیفیت کے بارے میں سورۃ الزمر کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ بہت ہی معنی خیز، عمیق اور قابل غور ہے:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۔

"اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور ان (جانوں) کو بھی جن کی موت نہیں آئی ہے اُن کے سونے کے وقت۔ پھر وُہ اُن (جانوں) کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم ہو چکا ہے، اور باقی (جانوں کو) ایک معین مُدت کے لیے رہا کر دیا جاتا ہے۔ بے شک اس (سارے تصرف) میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سوچتے رہتے ہیں۔"

مولانا عبدالماجد دریا بادی صاحب رقمطراز ہیں:

"نفس۔ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ وہ رُوح کے مرادف ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک نفس حیاتی (یا فزیکل لائف) دوسرے نفس شعوری (یا سائیکیکل لائف)"[1]

علم نفسیات بھی روح کی یہ اقسام بیان کرتا ہے:

۱۔ نفس حیاتی PHYSICAL LIFE.

۲۔ نفس شعوری PSYCHICAL LIFE.

مولانا عبدالماجد دریا بادی مزید فرماتے ہیں:

"ہر انسان کے دو نفس ہوتے ہیں ایک تو نفس حیاتی، موت کے وقت اس سے سلب ہو جاتا ہے کہ اُس کے جانے سے جان چلی جاتی ہے اور دوسرا نفس ادراک وہ نیند کے وقت اس سے جُدا ہو جاتا ہے اور نیند کے بعد واپس آجاتا ہے۔ یَتَوَفّٰی..... مَوْتِھَا۔

---

[1] مولانا عبدالماجد دریا بادی، تفسیر القرآن الحکیم (تفسیر ماجدی) تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی، صفحہ ۹۲۷۔

یہ سلب روح من کل الوجوہ ہوتا ہے جس کے بعد نہ حیات جسمانی باقی رہ جاتی ہے نہ شعور نہ ادراک ۔ وَالَّتِیْ ...... مَنَامِهَا ۔ یہ سلب روح صرف جزئی حیثیت سے ہوتا ہے۔ جس سے حیات جسمانی جوں کی توں باقی رہتی ہے، لیکن شعور و ادراک باقی نہیں رہتا۔ نیند کے وقت سلب صرف حیات شعوری کا ہوتا ہے۔[1]

مولانا دریا بادی پھر تفصیل کے ساتھ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کی روشنی اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کی رو سے فرماتے ہیں :

سو وہ معطل روحیں جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا ہے نیند سے جاگ کر بدستور تصرفات جسمی میں مصروف ہو جاتی ہیں) فَیُمْسِكُ ...... الْمَوْتَ ۔ سو یہ روحیں پھر تصرفات جسمانی کی طرف واپس نہیں آتیں ۔

حضرت علی رضہ سے روایت ہے کہ

یخرج الروح عند النوم ویبقی شعاعہ فی الجسد فبذالك یری الرؤیا فاذا انتبہ من النوم عاد الروح الی جسدہ باسرع من لحظۃ ۔

(معالم ۔ مدارک)

ترجمہ : "اصل روح تو نیند کے وقت بھی جسم سے نکل جاتی ہے لیکن اس کا تعلق جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے (جیسے آفتاب کا شعاعی تعلق کروڑوں میل دور ہونے کے باوجود زمین سے قائم رہتا ہے) اور سوتا ہوا انسان (اسی جزئی تعلق کی بنا پر) خواب دیکھتا رہتا ہے پھر جب بیداری کا وقت آتا ہے تو یہ روح چشم زدن سے بھی کم میں جسم میں واپس آجاتی ہے "

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضہ سے مروی ہے کہ

فی ابن اٰدم نفس و روح بینہما شعاع مثل شعاع الشمس فالنفس ھی الّتی بھا العقل والتمییز والروح ھی التی بھا النفس والتحرك فاذا نام العبد قبض اللہ نفسہٗ ولم یقبض روحہٗ (مدارک)

---

[1] تفسیر ماجدی ، صفحہ ۹۲۷

ترجمہ: "ابن آدم میں نفس بھی ہوتا ہے اور روح بھی اور دونوں کا شعاعی تعلق مثل شعاع آفتاب کے ہوتا ہے۔ پس نفس تو وہ ہے جو ادراک و شعور کا مبدأ ہے اور روح وہ ہے جس سے تنفس و حرکت قائم ہے اور انسان جب سوتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے نہ کہ اُس کی روح کو۔"[1]

"اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ" کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے مولانا عبد الماجد دریابادی رقمطراز ہیں:

یعنی دلائل و شواہد اس حقیقت کے کہ اللہ حکیم و قدیر ہی ہر دقیق و خفی تصرف پر قادر ہے۔ نیند اور خواب کی باریکیوں پر ماہرین فن نے جو دفتر لکھ ڈالے ہیں وہ سب حکمت خداوندی ہی کی شرحیں اور تفسیریں ہیں۔"[2]

ماہرین نفسیات مثلاً سی۔ جے۔ جنگ، مائیکل جو ویٹ، ڈاکٹر ولیم ڈے منٹ، اور ڈیوڈ ہمینڈ نے واقعی اس میدان میں کافی غور و فکر کیا ہے اور دفتر کے دفتر لکھ ڈالے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان تحریر فرماتے ہیں: "اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ تبلایا ہے کہ جانداروں کی ارواح ہر حال ہر وقت اللہ تعالیٰ کے زیر تصرف ہیں، وہ جب چاہے ان کو قبض کر سکتا ہے اور واپس کر سکتا ہے اور واپس لے سکتا ہے اور اس تصرف خداوندی کا ایک مظاہرہ تو ہر جاندار روزانہ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کہ نیند کے وقت اس کی روح ایک حیثیت سے قبض ہو جاتی ہے، پھر بیداری کے بعد واپس مل جاتی ہے اور آخر کار ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ بالکل قبض ہو جائے گی پھر واپس نہ ملے گی۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ قبض روح کے معنی اس کا تعلق بدن انسانی سے قطع کر دینے کے ہیں کبھی یہ ظاہراً و باطناً بالکل منقطع کر دیا جاتا ہے۔ اسی کا نام موت ہے اور کبھی صرف ظاہراً منقطع کیا جاتا ہے۔ باطناً باقی رہتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ صرف حس اور حرکت ارادیہ جو ظاہری

---

[1] تفسیر ماجدی، صفحہ ۹۲۷

[2] ایضاً

علامتِ زندگی ہے وہ منقطع کر دی جاتی ہے اور باطناً روح کا جسم کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے جس سے وہ سانس لیتا ہے اور زندہ رہتا ہے اور صورت اُس کی یہ ہوتی ہے کہ روح انسانی کو عالم امثال کے مطالعہ کی طرف متوجہ کر کے اس عالم سے غافل اور معطل کر دیا جاتا ہے تاکہ انسان آرام پا سکے ۔ اور کبھی یہ باطنی تعلق بھی منقطع کر دیا جاتا ہے ۔ جس کی وجہ سے جسم کی حیات بالکل ختم ہو جاتی ہے"

"موت اور نیند میں قبض روح کا یہ فرق جو اُوپر بیان کیا گیا ہے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ سونے کے وقت انسان کی روح اس کے بدن سے نکل جاتی ہے مگر ایک شعاع روح کی بدن میں رہتی ہے ۔ پھر یہ خواب اگر روح کے عالمِ مثال کی طرف توجہ رہنے کی حالت میں دیکھا گیا تو وہ سچا خواب ہوتا ہے اور اگر اس طرف سے بدن کی طرف واپسی کی حالت میں دیکھا تو اُس میں شیطانی تصرفات ہو جاتے ہیں وہ رُؤیائے صادقہ نہیں رہتا اور فرمایا کہ نیند کی حالت میں جو رُوح انسان کے بدن سے نکلتی ہے تو بیداری کے وقت آنکھ جھپکنے سے بھی کم مقدار وقت میں بدن میں واپس آجاتی ہے"[1]

عبداللہ یوسف علی بھی اپنی انگریزی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حیات بعدالممات کے بعد کیا ہوتا ہے اس کے بارے میں علم نفسیات نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ موت کے بعد روح مالک حقیقی کے پاس چلی جاتی ہے ۔ سچے خوابوں کے بارے میں وہ لکھتے ہیں[2]:

"But there is another kind of dream which is rarer-one in which the dreamer sees things as they actually happen, backward or forward in time, or in which gifted individuals see spiritual truths otherwise imperceptible to them".

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، معارف القرآن جلد ہفتم، ادارۃ المعارف، کورنگی، کراچی۔ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ مطابق مارچ ۱۹۸۲ء صفحات (۳ — ۵۶۲)

(2) A. YUSUF ALI, THE HOLY QURAN, TRANSLATION AND COMMENTARY, AMANA CORP., BRENTWOOD, MARYLAND, 1983, PP. 1249-1250.

یعنی بعض دفعہ تو کوئی شخص کبھی کبھار ایسا خواب دیکھتا ہے جس میں واقعات رونما ہونے سے قبل یا بعد میں آگاہی ہو جاتی ہے ۔ یا بعض دفعہ ایسے اشخاص یا افراد جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہوتا ہے ایسی روحانی صداقتوں سے روشناس ہوتے ہیں جن کا عام حالات میں انہیں علم نہیں ہوتا۔

خوابوں کے ذریعے احتساب کا عمل اور جدید نظریات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ ہر انسان کو سال میں دو دفعہ جھنجھوڑا جاتا ہے ۔ ایسے واقعات ضرور رونما ہوتے ہیں جو اس کے لیے باعث نصیحت ہوں ۔ یہ الگ بات ہے انسان ان سے عبرت حاصل نہ کرے ۔ خوابوں میں اکثر و بیشتر انسانوں کو جھنجھوڑا جاتا ہے ۔ بعض خواب تو واقعی الہامی ہوتے ہیں ۔

فرائڈ کا نظریہ FREUD کا نظریہ ہے کہ خواب دراصل اُن خواہشات کی تکمیل ہیں جو انسان حاصل نہیں کر پاتا ۔ مثلاً اگر کوئی دولت کا شوقین ہے ، دولت خواب میں دیکھتا ہے ۔ اس نظریے کی بنیاد افلاطون اور ارسطو کی تحریریں ہیں ۔ ان ہر دو فلاسفہ کے نزدیک خواب محض خیالات ہیں جو نیند میں رُونما ہوتے ہیں ۔ لیکن ان نظریات کی تردید سی جے جنگ C. J. JUNG نے اپنی تصنیف PSYCHOLOGICAL REFLECTIONS کے صفحہ نمبر ۴۶ پر کردی ہے :

> " In the dream one has "telepathic" contacts with other minds and gets myriad experiences of numerous types."

سی جے جنگ صاحب کا نظریہ بالکل صحیح ہے کہ خواب میں بعض دفعہ الہامی اور غیبی باتوں کا پتہ چلتا ہے اور عجیب و غریب قسم کے اسرار و رموز کھلتے ہیں ۔ پروفیسر نعیم احمد صاحب اس نظریے کی تائید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں[1]:

---

1. Prof. Naeem Ahmad, The Nature of Sleep and Dream Cycles, The Pakistan Times, Lahore, Magazine Section. May 13, 1988.

" The interpretation of dreams from parapsychological point of view has been very popular in the past and is still widely believed. It has a number of versions but all of them stem from one basic assumption, i.e. the soul leaves the body in the dream."

پروفیسر مذکور کے نزدیک نفسیات کے ماہرین کے نزدیک جن کا تعلق پیراسائیکولوجی سے ہے ۔خوابوں کا یہ نظریہ نہ صرف ماضی میں بلکہ زمانہ حال میں بھی بڑا مقبول رہا ہے اس میں ماہرین کا یہ خیال یقینی ہے کہ نیند کے دوران میں روح جسم سے آزاد ہو کر گھومتی رہتی ہے ۔

خواب روزمرہ کی زندگی کے بارے میں آتے رہتے ہیں ۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں لیکن جہاں تک صحیح خوابوں کا تعلق ہے ۔ یہ کہاں سے آجاتے ہیں؟ ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ۔ Michel Jouvet کا حوالہ دیتے ہوئے پروفیسر نعیم احمد تحریر فرماتے ہیں کہ خوابوں کے بارے میں کافی تحقیقات ہو رہی ہیں ۔ اب قدرے کام آسان ہو گیا ہے کیونکہ ماہرین بالخصوص Neurophysiologists ایک مشین ای ای جی (Electroencephalogram) کے ذریعے سے ایک سوئے ہوئے شخص کی اعصابی کیفیت کا اندازہ لگا لیتے ہیں ۔ایک مخصوص قسم کے کارڈیا تار کو جسے Electrodes کہا جاتا ہے ، سوئے ہوئے شخص کی کھوپڑی سے جوڑ دیا جاتا ہے ۔ اعصابی اور جذباتی کیفیت کا اندازہ ای.ای.جی مشین سے ہو جاتا ہے ۔ خواب کی کیفیت میں آنکھیں ایسی گھومتی ہیں جیسے ٹیلی ویژن کی سکرین پر روشنی کبھی مدہم اور کبھی تیز ہو جاتی ہے ۔ بعض دفعہ تو آنکھیں بڑے جھٹکوں سے اِدھر اُدھر گھومتی ہیں۔ ان (Optical Jerks) کو R.E.M کہا جاتا ہے یعنی (Rapid Eye Movement) یہ تجربات آج سے قریباً ۵۰ سال قبل شروع ہوئے ۔ ایک جرمن سائنس دان (R.Klaue) نے ای ای جی مشین کے ذریعے کافی تجربات کیے ۔ کلائیڈ کے نظریے کی تائید ۱۹۵۰ء میں (Dr. William Dement) اور (Eugene Aserinsky) نے کی ۔ چنانچہ ان ڈاکٹر صاحبان نے نیویارک میں مونٹ سنیاے ہسپتال (Mount Sinae Hospital) کی بنیاد رکھی جس میں خوابوں کے بارے میں تحقیقات ہوئیں ۔ وہ ان نتائج پر پہنچے ہیں کہ نیندیں دو قسم کی ہیں :

۱۔ ایس سلیپ (S.Sleep)

اس کا اصل نام (Slow-Wave Sleep) ہے۔ یعنی پُرسکون نیند۔

۲۔ ڈی سلیپ (D.Sleep)

یعنی (De-Synchronised Sleep) اس نیند میں آنکھیں خوب گھومتی ہیں۔ ان میں تناؤ پیدا ہوتا ہے اور وہی کیفیت ہوتی ہے جو ٹیلی وژن کی ہوتی ہے۔ سکرین پر کبھی روشنی زیادہ آنے لگتی ہے اور کبھی کم۔ پرسکون نیند کے مقابلے میں ڈی سلیپ میں خون کا بہاؤ دفاع کی طرف قریباً ۸۰ ٪ زیادہ ہو جاتا ہے T.H.Brown

(P.M.Wallace) اور C.Evans کے نزدیک اس قسم کی نیند میں سویا ہوا شخص خواب دیکھ رہا ہوتا ہے جسے وہ (R.E.M. Cycles) کا نام دیتے ہیں۔

کرسٹوفر ایونز کا نظریہ

(Christopher Evans) کا ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ ذہن جو کہ ایک کمپیوٹر ہے فضول اور بے کار یادداشتوں کو اپنے اندر سے خوابوں کی صورت میں خارج کرتا رہتا ہے۔ میرے خیال کے مطابق یہ روزمرہ کے واقعات ہیں جن کا الہامی خوابوں سے کوئی تعلق نہیں۔

پروفیسر نعیم احمد صاحب اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ مان لیا موجودہ دور میں ماہرین نفسیات نے خوابوں کے بارے میں کافی دلچسپ تحقیقات کی ہیں۔ خوابوں کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے جو الہامی ہوتے ہیں اور بالکل سچے۔ پروفیسر مذکور رقمطراز ہیں[1]:

"A number of instances could be cited from literature, music and even science of how inspiration may emerage in the form of a dream almost like the divine message."

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نیند کے بعد کی دُعا

حضور انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

---

(1) Prof. Naeem Ahmad, The Nature of Sleep and Dream Cycles.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ اِلَیَّ نَفْسِیْ وَلَمْ یُمِتْهَا فِیْ مَنَامِهَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا، وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ، اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ: اس اللہ تعالیٰ کا (بہت بہت) شکر ہے جس نے میری جان مجھ کو واپس لوٹا دی اور اس کے سوتے میں نہ مارا، اُس اللہ جل شانہٗ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اپنی اپنی جگہ سے ہٹنے سے روک رکھا ہے، اور بخدا اگر وہ (خدا کے حکم سے) ہٹ جائیں تو اس کے (حکم) کے بعد ان کو ہٹنے سے کوئی نہیں روک سکتا بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی بردبار اور درگذر کرنے والا ہے اور (بہت بہت) شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے آسمان کو اپنی اجازت کے بغیر زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے[۱]

اس حدیث مبارکہ (دعا شریف) میں واضح اشارہ ہے کہ نیند کی کیفیت میں انسانی روح گھومتی پھرتی ہے۔ گو جسم سے تعلق باقی رہتا ہے۔ پیرا سائیکولوجی کے ماہرین مثلاً C. J. JUNG اور KLAUDE کے نظریات اس حدیث مبارکہ کی تائید کرتے ہیں۔ ان ماہرین کا یہ خیال یقینی ہے کہ نیند کے دوران میں روح جسم سے آزاد ہو کر گھومتی ہے۔

حصن حصین میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک اور جاگنے کی دعا بھی درج ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔

: اس اللہ تعالیٰ کا (بہت بہت) شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد جلا دیا اور اسی کی طرف مر کر جانا ہے[۲]

---

[۱] علامہ امام محمد بن محمد الجزری شافعیؒ، حصن حصین، (اُردو ترجمہ از مولانا محمد ادریس) تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، صفحہ نمبر ۹۶۔

[۲] ایضاً صفحہ ۹۶۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تفصیل کے ساتھ الہامی خوابوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جو تفصیل کے لیے مسلم شریف اور بخاری شریف میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں ۔

مندرجہ بالا خوابوں کے بیان سے خوابوں کی یہ اقسام سامنے آتی ہیں ۔

۱ ۔ روزمرہ کے خواب جن کی کوئی حیثیت نہیں ۔بعض دفعہ یہ خواہشات کی تکمیل کے خواب ہوتے ہیں ۔

۲ ۔ ڈراؤنے خواب جنہیں ماہرین نفسیات (NIGHTMARE) کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔بعض دفعہ ان خوابوں میں بھی گناہ گار لوگوں کے لیے وعید اور تنبیہ ہوتی ہے۔

۳ ۔ سچے اور الہامی خواب ۔ ان کی حقیقت کو نہیں جھٹلایا جا سکتا ہے ۔شریعت اس کی تائید فرماتی ہے ۔قرآن حکیم میں سورۃ یوسف میں ان خوابوں کا ذکر ہے جن کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان فرمائی اور وہ تعبیر بالکل سچی ثابت ہوئی ۔

ڈیوڈ ہیمنڈ کا نظریہ DREAM TELEPATHY مشہور ماہر نفسیات ڈیوڈ ہیمنڈ نے خوابوں کے بارے میں بہت تجربات کیے ہیں ۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس بارے میں کافی تجربات کیے گئے ہیں ۔ڈاکٹر ULLMAN اور STANLEY KRIPPNER نے باقاعدہ طور پر خوابوں کی لیبارٹری بنائی ہے ۔امریکہ کے شہر MAIMONIDES میں ڈاکٹر ULLMAN نے MENNINGER DREAM LABORATORY کی بنیاد رکھی ۔ ۱۹۶۴ سے تجربات جاری ہیں اور ای ای جی مشین کے ذریعے سے پتہ چلا ہے کہ بعض لوگ الہامی خواب یا سچے خواب دیکھتے ہیں ۔ ڈیوڈ ہیمنڈ نے ان خوابوں کے بارے میں لکھا ہے :[1] "It is a telepathic or a clairvoyant dream" کہ یہ خواب بالکل سچے ہوتے ہیں وقوع پذیر ہونے والے واقعات یا مستقبل کے واقعات کا علمی طریقے سے انکشاف ہو جاتا ہے ۔ تفصیل کے لیے واگن ، ULLMAN اور KRIPPER کے خیالات ان کی تصنیف میں ملاحظہ کیے

---

(1) DAVID HAMMOND, THE SEARCH FOR PSYCHIC POWER, GORGI BOOKS, LONDON, 1976, PP. 151-156 , 227.

جا سکتے ہیں لے

اگر دیکھا جائے تو پیرا سائیکولوجی " ایمان بالغیب " کا ایک بین ثبوت ہے ۔ موت کے بعد کیسا احتساب ہوگا ۔ اس ضمن میں نہ صرف منطقی لحاظ سے بلکہ گزشتہ صفحات کی روشنی میں کافی دلائل موجود ہیں ۔ قدرت اللہ شہاب صاحب اس گفتگو کو اس طرح سمیٹتے ہیں :

" انگریزی میں اس علم پر سب سے مستند کتاب جو میری نظر سے گزری ہے وہ فریڈرک ڈبلیو ۔ ایچ مائرز (Frederic W.H. Myers) کی تصنیف " انسانی شخصیت اور جسمانی موت کے بعد اس کی بقاء (Human Personality and its Survival of Bodily Death) " ہے ۔ یہ کتاب ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی ۔ ۱۳۶۰ صفحات کی اس کتاب میں سینکڑوں پُراسرار واقعات ، حادثات اور آثار و شواہد کا منطقی اور سائنسی تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ جسمانی موت کے بعد انسان کی شخصیت کا وہ عنصر باقی رہتا ہے ، جسے " سپرٹ " کہتے ہیں ۔ مصنف کا اسلوب عالمانہ ، استدلال علوم جدیدہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور تفصیلات بڑی معتبر ہیں ۔ لیکن ذہنی اور اعتقادی اعتبار سے وہ عیسائیت کے بندھے ہوئے قوانین اور مفروضات سے آزاد نہیں ہو سکا ۔

ماڈرن سائنسی دور میں دو سائنسدانوں نے اس علم کے میدان میں کچھ ہی راہیں ہموار کی ہیں سر ولیم کروکس پہلے سائنسدان تھے جنہوں نے مادی دنیا پر مافوق الفطرت روحانی اثرات کا سائنٹیفک مطالعہ اور تجزیہ کیا ۔ سر اولیور لاج کی کتاب " ریمنڈ " (Raymond) بھی اس سلسلے کی اہم کڑی ہے ۔ ان دونوں کی تحقیق و تجربات پر اُس مسلک کی بنیاد پڑی جسے ماڈرن سپریچولزم کے نام سے پکارا جاتا ہے اور جو آج کل مغرب کی دنیا میں بڑے وسیع پیمانے پر زیر مشق ہے ۔

البتہ موجودہ دَور میں پیرا سائیکالوجی (Para Psychology) کے عنوان سے تحقیق و تفتیش کا جو نیا باب کھلا ہے ، اس میں نفسِ انسانی کی نئی نئی اور عجیب و غریب دُنیائیں دریافت ہونے

لے MONTAGUE ULLMAN AND STANLEY KRIPPNER, WITH ALAN VAUGHAN, DREAM TELEPATHY, NEW YORK, MACMILLAN, 1973, P. 110.

کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ انسان کے ظاہر و باطن میں فوق العادت توانائیوں کے جو پُر اسرار مخزن پوشیدہ ہیں، پیراسائیکالوجی کا مقصد ان کی نشاندہی کرنا اور انہیں کھود، کرید کر دنیاوی ضروریات کے کام میں لانا ہے۔ امریکہ، روس اور ہالینڈ کے علاوہ یورپ کے دوسرے کئی ملکوں میں بھی پیراسائیکالوجی کے ادارے بڑے اعلیٰ پیمانے پر کام کر رہے ہیں۔ ایٹمی لیبارٹریوں کی طرح پیراسائیکالوجیکل ریسرچ کے بعض پروگرام بھی انتہائی رازداری میں رکھے جاتے ہیں۔ ایک شبہ یہ بھی ہے کہ کچھ بڑی طاقتیں اِس سائنس کو اپنے سفارتی تعلقات، بین الاقوامی معاملات اور جنگی انتظامات میں کسی حد تک استعمال بھی کر رہی ہیں۔ یہ احتمال بعید از قیاس نہیں کہ ایٹمی توانائی کی طرح پیراسائیکالوجی کی ترقی بھی انجامِ کار عالمی سیاست کی آلہ کار بن جائے۔

اس کے علاوہ ایک اور وجہ سے بھی پیراسائیکالوجی کی صلاحیت کا رمحدود نظر آتی ہے۔ اب تک اس میدان میں جتنی پیش رفت ہوئی ہے، اس میں تفتیشِ نفس کا تو پورا اہتمام ہے، لیکن تہذیبِ نفس کا کہیں نام و نشان تک نہیں۔ انسان مشرق میں ہو یا مغرب میں، امیر ہو یا غریب، کالا ہو یا گورا، ترقی یافتہ ہو یا غیر ترقی یافتہ، دیندار ہو یا بے دین، اس کے نفس کے لیے صرف تین حالتیں ہی مقدر ہیں: نفسِ مطمئنہ، نفسِ لوّامہ اور نفسِ امّارہ۔ اگر پیراسائیکالوجی کی ترقی زیادہ تر مادی مقاصد کے زیرنگین رہی تو بلاشبہ یہ ترقی معکوس ثابت ہوگی۔

مغربی سپرچولزم کی تان زیادہ تر مادہ پرستی پر ٹوٹتی ہے۔ مشرق کی چند اقوام میں روح کا تصوّر سفلیات کے گنبد میں مقید ہے یا آواگون کے چکر میں سرگرداں ہے۔ اس علم کی علوی صفات صرف اسلامی روایات میں نظر آتی ہیں۔

علّامہ حافظ ابنِ قیّم کا رسالہ "کتاب الرّوح" اس سلسلے کی ایک نہایت مستند دستاویز ہے۔ اس میں مصنّف نے حقیقتِ رُوح کے ہر پہلو کا قرآن اور حدیث کی روشنی میں جائزہ لے کر بہت سے علمائے سلف کے اقوال و احوال پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ اس علم پر یہ کتاب ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

عالمِ اسلام کے بہت سے بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کے حالات اور ملفوظات میں بھی روح کے تصرفات، اتصال، انفصال اور امتثال کے واقعات اور شواہد تواتر کی حد تک

پائے جاتے ہیں۔
راہِ سلوک میں سلسلۂ اولیسیہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔
اسلامی تصوف میں کشفِ ارواح اور کشفِ قبور بھی ایک باقاعدہ فن کا درجہ رکھتے ہیں۔
لیکن ان تمام علوم و فنون، تجربات و تصرفات، مشاہدات و نظریات، عملیات و تصورات کے باوجود حقیقتِ روح کے بارے میں سارے وجدان، سارے عرفان اور سارے ایمان کی آخری حد یہی ہے کہ:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۔

ترجمہ: (اور لوگ آپ سے رُوح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیں کہ رُوح میرے پروردگار کے امر سے ہے اور نہیں دیے گئے ہو تم علم سے مگر تھوڑا۔
حقیقت تو یہ ہے کہ روح کے بارے میں علم پھر بھی بہت کم ہے۔ اگر ہم[1] خوش فہمی میں رہیں اور احتساب اُخروی سے آنکھیں بند کرلیں یہ ہماری ہی بربادی اور تباہی ہے۔

احتساب کا عمل پاکستان میں

اب ہم اپنے ملک میں ان اداروں کا ذکر کرتے ہیں جن کے ذمے احتساب کا کام ہے۔ اُخروی احتساب کے بارے میں کافی گفتگو ہو چکی ہے۔
پاکستان میں احتساب کا عمل مندرجہ ذیل اداروں اور تنظیموں کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔
(موجودہ سیاسی صورتِ حال میں بعض ادارے کام نہیں کر رہے)
وفاقی محتسب کا ادارہ[2] یہ وارادہ ۱۹۸۳ میں بنا[3]۔ تین سال کے عرصے میں ۲۳،۵۲۵ دا

---

[1] قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، باردوم ستمبر ۱۹۸۷ء صفحات (۲۵۸/۲۶۰)

[2] The President"s Order No.1 of 1983. Article 2 Clause (2).

[3] Wafaqi Mohtasib (Ombudsman)'s Annual Report for 1984.

درخواستیں وصول ہوئیں۔ عدالتی معاملات میں یہ ادارہ مداخلت نہیں کرتا ہے۔ دیگر انتظامی زیادتیوں میں مؤثر ہے۔ جون ۱۹۸۷ء میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ ہر صوبے میں جوڈیشل محتسب بھی مقرر کیا جائے۔

۲۔ **وزیر اعظم کی معائنہ ٹیم** | یہ معائنہ ٹیم بھی ظلم اور انتظامی زیادتیوں کو روکنے اور سکینڈل اگر ہوں تو تحقیقات کرتی رہتی ہے۔

۳۔ **فیڈرل اینٹی کرپشن کمیٹی** | اس ادارے کو اور زیادہ مؤثر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ بڑی بڑی کارپوریشنوں اور دھاندلیوں کا احتساب ہو سکے۔ ماضی میں اس ادارے نے اچھا کام کیا ہے۔

۴۔ **عدالتیں** | سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ (رٹ) کی شکل میں عوام کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرتی ہیں۔ نیز ہر غیر قانونی کام میں گرفت کرتی ہیں۔ سیشن عدالتیں، سول عدالتیں، فوجداری عدالتیں، بنکنگ کورٹس اور سنگین جرائم کی روک تھام میں حالیہ خصوصی عدالتیں دراصل احتساب کا ہی ایک عمل سرانجام دے رہی ہیں۔

۵۔ **اسمبلیاں** | مرکزی اور صوبائی سطح پر اسمبلیاں جمہوریت کی شمع ہیں۔ ان میں ہر ظلم اور زیادتی کے خلاف آواز اٹھائی جا سکتی ہے۔

۶۔ **پبلک اکاؤنٹس کمیٹیاں** | یہ کمیٹیاں منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور محکموں کا مالی احتساب کرتی ہیں۔

۷۔ **آڈیٹر جنرل اور آڈٹ کا ادارہ** | یہ ادارے بھی مالی احتساب کرتے ہیں۔ جس سے سرکاری ادارے لگام میں رہتے ہیں ورنہ آڈٹ کے بغیر دھاندلیوں کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

۸۔ **وزیر اعلیٰ معائنہ ٹیم** | پہلے اسے گورنر انسپکشن ٹیم کہا جاتا تھا۔ آج کل اس کا نام بدل گیا ہے۔ مختلف محکموں کا احتساب اس کے ذمے ہے۔

۹۔ **سپریم جوڈیشل کونسل** | سپریم جوڈیشل ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے خلاف دھاندلی کی صورت میں کاروائی کرتی ہے۔ ہائی کورٹ کی سطح پر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے

عہدے کا ایک آفیسر جسے ممبر انسپکشن ٹیم کہا جاتا ہے، ضلعی عدلیہ کے خلاف کاروائی کرتا ہے۔

۱۰۔ سرکاری ملازمین سے متعلقہ انتظامی قوانین اور محکمانہ تحقیقات

سرکاری ملازمین کو قابو میں رکھنے کے لیے مختلف قوانین موجود ہیں مثلاً EFFICIENCY & DISCIPLINE RULES AND CIVIL SERVANTS ACT. حال ہی میں پنجاب سول سرونٹس ایکٹ کے دفعہ (۲) ۱۲ میں ترمیم کی گئی ۔ ۸ نومبر ۱۹۸۷ء کی ترمیم کے مطابق اب غلط عناصر کو ۱۰ سال کی ملازمت کرنے کے بعد نوکری سے فارغ کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ سالانہ خفیہ رپوٹیں

یہ بھی سرکاری ملازمین کو قابو میں رکھنے کا ایک بہت بڑا مؤثر ذریعہ ہیں ۔ لیکن وہ افسران جو اپنے ماتحتوں پر زیادتی اور ظلم کرتے ہیں ۔ ماتحت افسروں کو بھی اپنے افسران بالا کے بارے میں خفیہ رپورٹ لکھنی چاہیے ۔ لیکن شاید ایسا ہو نہ سکے؟

۱۲۔ سیکرٹریٹ میں شکایات کا ازالہ

لوگوں کی شکایات کا ازالہ کرنے کے لیے SGA& ID میں IMPLEMENTATION & COORDINATION CELL کھولا گیا ہے ۔ کافی حد تک مؤثر ہے ۔ بالخصوص ملازمین کے بارے میں۔

۱۳۔ انسداد رشوت ستانی کے قوانین

ANTI-CORRUPTION ESTABLISHMENT

اس ادارے میں ملازمین اگر خدا خوفی کا جذبہ رکھتے ہوں اور انہیں مناسب سہولیات بھی مہیا ہوں تو غلط کار بیوروکریسی کو اچھی طرح اپنی گرفت میں لے سکتے ہیں ۔

۱۴۔ اجلاس عام اور کھلی کچہریاں

حکومت ، وزراء اور افسران بالا مثلاً کمشنر وغیرہ کے دورے ، اجلاس عام اور کھلی کچہریاں بھی احتساب کا ایک حصّہ ہیں ۔

ڈپٹی کمشنر کا دفتر

یہاں بھی عوام الناس کی شکایات کا ازالہ کیا جاتا ہے ۔ ضلع کونسل کے معرضِ وجود میں آنے سے ڈپٹی کمشنر کا ادارہ قدرے کم اہم رہ گیا ہے ۔ لیکن یہ پرانے دور کی ایک یادگار ہے ۔ فرسودہ بھی ہے اور اہم بھی ۔ اس ادارے میں بھی اصلاحات

کی ضرورت ہے۔

۱۶۔ سروسز ٹریبونل صوبائی اور مرکزی سطح پر سروسز ٹریبونل کافی اہم ادارے ہیں جہاں ملازمین کو انصاف بھی ملتا ہے اور ان کے خلاف مقدمات بھی سنے جاتے ہیں۔

۱۷۔ یونین کا کردار اور وکلاء کا طبقہ یونین کے اراکین اگر نیک خصلت ہوں تو احتساب بطرز احسن ہو سکتا ہے۔ اگر یونین خود غلط راہ پر چل پڑے تو بدانتظامی پھیلاتی ہے۔ وکلاء کا طبقہ بھی ہمیشہ قانون کی بالادستی کی خاطر عمل پیرا رہا ہے۔

۱۸۔ نجی شعبے میں احتساب سرمایہ دار، کارخانہ دار اور پبلک سیکٹر میں کام کرنے والا ہر تاجر قانون کی گرفت میں تو آتا ہے۔ لیکن تاجر اگر من مانی قیمتیں مقرر کر لیں تو یہ ظلم اور زیادتی کا عمل ہے اور معاشرے کے لیے بدنصیبی۔

۱۹۔ تحصیل اور ضلعی سطح پر احتساب کا عمل تحصیل اور ضلعی سطح پر بھلا کیا احتساب ہو سکتا ہے جبکہ پٹواری اور تھانے دار ابھی تک ٹھیک نہیں ہو سکا۔ بشمول دیگر محکموں کے یہ محکمے تو بُرائی کی جڑ ہیں۔ پٹواری یا پولیس کا اہل کار ہر حال میں مزے میں ہے چاہے جہانگیر بادشاہ بھی تزک جہانگیری میں بیان کردہ دہلی کے پٹواری کو جمنا کے کنارے لہریں گننے پر لگا دے تاہم ملاحوں کی طرف سے جہانگیر کی زنجیر عدل ضرور کھینچی جائے گی۔ خواہ اس پٹواری کو بادشاہ جہانگیر بعد میں قتل ہی کرا دے۔ خدا کرے ضلعی سطح پر مقررہ انٹی کرپشن کمیٹیاں اور پرائس کنٹرول کمیٹیاں اور زیادہ مؤثر ہوں۔

۲۰۔ پولیس احتساب پولیس نہ ہو تو شہری کی زندگی اجیرن بن جائے۔ خدا کرے یہ محافظ صحیح محافظ بنیں اور حقوق العباد کی پاسبانی کریں۔ انہیں زیادہ تنخواہیں اور سہولتیں دی جائیں تاکہ غلط کاریاں بند ہوں۔ زیادہ تعلیم یافتہ طبقہ اس میں بھرتی کیا جائے۔

۲۱۔ فوج پر نگرانی ملٹری پولیس، انٹیلی جنس، ایف آئی یو اور ملٹری ایکٹ کے تحت کورٹ مارشل جیسے کاروائیاں فوج پر یقیناً کڑی نگرانی ہیں۔

۲۲۔ ایف۔ آئی۔ اے یہ ادارہ بھی کافی مؤثر ہے بالخصوص مرکزی محکمہ جات اور اداروں

کے لیے ۔ اس کو اور زیادہ مؤثر بنایا جائے اور ملازمین کو زیادہ سہولتیں دی جائیں ۔

چند تجاویز

پاکستان میں احتساب کے عمل کو تیز تر کرنے کے لیے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں تاکہ معاشرہ مثالی بن سکے اور مسائل حل ہوں ۔ اس ضمن میں یہ گزارش ضرور ہے کہ معاشی مسائل کا حل ہی دراصل دیگر مسائل کو حل کرنے کے بہت ممد ثابت ہوتا ہے ۔ جہاں تک محتسب کے کے ادارے کا تعلق ہے میری نظر سے حال ہی میں صفدر جاوید سید صاحب کا مقالہ HISBA AND MUHTASIB) گزارا ہے ۔ اس میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی گئی ہیں :

۱ ۔ پولیس کے نظام میں تبدیلی کی ضرورت ہے ۔ موجودہ حالات میں سوسائٹی کی ضروریات کو یہ محکمہ پورا نہیں کر رہا ہے ۔

۲ ۔ پاکستانی معاشرے کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے محتسب کو ایسا قانونی اختیار دیا جائے جس سے وہ عوام کے اخلاق کو سدھار سکے ۔

۳ ۔ منشیات کی روک تھام کا کام محتسب کو دیا جائے ۔ اس طرح صوبائی محکمہ ایکسائز کے سٹاف میں کمی کی جا سکتی ہے ۔

۴ ۔ رشوت کی روک تھام اور عوام الناس کے حقوق کی پامالی کی صورت میں محتسب کے پاس مکمل ضابطہ موجود ہو جس کے تحت وہ ان لوگوں کی گرفت کر سکیں جو پکڑے جائیں اور زیادتیوں کے مرتکب ہوں ۔

۵ ۔ خوراک میں ملاوٹ کے مقدمات صرف اور صرف محتسب کے دائرہ کار میں ہوں ۔

۶ ۔ ڈویژنل اور ضلعی سطح پر بھی محتسب ہونے چاہئیں [1]

(1) SAFDAR JAVAID SYED, HISBA AND MUHTASIB, (TERM PAPER) SHARIAH ACADEMY, ISLAMIC INTERNATIONAL UNIVERSITY, ISLAMABAD, (FEB.11, 1984) UNPUBLISHED, pp. 42-43.

یہ تجاویز کافی حد تک قابل عمل اور مفید ہیں ۔ ہر سطح پر چاہے وہ صوبائی ہے یا ضلعی یا ڈویژنل محتسب کا ہونا وقت کی ضرورت ہے ۔ ڈپٹی کمشنر کا ادارہ کافی کمزور ہوگیا ہے ۔ اس میں اتنی سکت نہیں کہ پولیس کا محاسبہ کر سکے ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ضلع میں محتسب کو انتہائی بااختیار بنایا جائے ۔ اسی طرح تحصیل کی سطح اور تھانے کی سطح محتسب ہونے چاہئیں ۔ حکومت فضول اور بے کار محکموں کو یا تو ختم کر دے یا ان کے سٹاف میں کمی کر دے تاکہ قومی سرمایہ بچے اور محتسب جیسے ادارے پھلیں اور پھولیں ۔

محمود احمد غازی صاحب اپنے مضمون اسلامی ریاست میں ادارہ احتساب میں رقمطراز ہیں :

"ہمارے کلاسیکی ادوار میں جو معاملات ادارۂ احتساب کے زیر نگرانی تھے ان میں سے اب بہت سے دوسرے اداروں کو سپرد کر دیے گئے ہیں ۔ احتساب کے نام سے کوئی باقاعدہ ادارہ ہماری معلومات کی حد تک کسی اسلامی ملک میں موجود نہیں سعودی عرب میں ھیئۃ الامر بالمعروف والنھی عن المنکر کے نام سے ایک مؤثر ادارہ سعودی دور حکومت کے آغاز میں قائم کیا گیا تھا لیکن اس کا دائرہ کار بہت محدود تھا اور صرف دینی فرائض کی پابندی کرانے کا ذمہ دار تھا ۔

ان کے خیال کے مطابق محتسب اعلیٰ کے ادارے پر نظر ثانی کی ضرورت ہے ۔ وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ اس ادارے کو اسلام کے ایوان مظالم یا ادارۂ مظالم سے ہم آہنگ کر دیا جائے تاکہ ہم ایک اور متروکہ اسلامی روایات کو زندہ کرنے کے قابل ہو سکیں [1]۔

مندرجہ بالا تجاویز بہت ہی مفید ہیں ۔ اب چند اور تجاویز پیش کرتا ہوں تاکہ احتساب کا عمل تیز تر ہو اور پاکستانی معاشرہ اسلامی رنگ میں رنگا جا سکے ۔

۱ ۔ فقہ اسلامی کا نفاذ

گزشتہ ماہ ایک اخبار میں یہ خبر پڑھ کر دل دہل گیا کہ ایک درندہ صفت انسان نے ایک شیر خوار بچی جس کی عمر ۱½ سال تھی، کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اور بعد میں قتل کر دیا ۔ ایسی خبریں ہمارے لیے باعث شرم و عار

---

[1] أدب القاضی ، ترتیب و تدوین محمود احمد غازی ترجمہ محمود احمد غازی ، عبد الرحیم بلوچ ، اشرف بلوچ ، ادارہ تحقیقات اسلامی (جامعہ اسلامیہ) اسلام آباد جولائی ۱۹۸۳ صفحات (۷۷۷-۷۷۸)

ہیں ۔ جب تک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ نہیں ہوگا ۔ حالات سدھر نہیں سکیں گے ۔
اہل مغرب اور بعض مغرب زدہ ذہن اس بات کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ معاذ اللہ اسلامی قوانین
میں درندگی ہے ۔ مثلاً حدود سرقہ میں ہاتھ کاٹ دینا ۔ اس ضمن میں ایک تقابلی مطالعہ پیش کرتا
ہوں ۔ آپ خود انصاف کرلیں کہ کیا اسلامی قوانین میں درندگی اور بربریت ہے یا بقول محمد اسد
دیگر اقوام جدید دور جہالت سے گزر رہے ہیں ۔ ملاحظہ ہو کہ محمد اسد نے ROAD TO MAKKA
میں اس دور کو "جدید جاہلیہ" کہا ہے ۔ اور یہ خیال بالکل درست ہے ۔

بقول شیخ الازہر علامہ عبد الحکیم محمد ، سعودی عرب میں ۱۸ سال کے عرصے میں صرف ۱۰
آدمیوں کے ہاتھ کاٹے گئے ۔ (بحوالہ اسلامی حدود از مولانا سید محمد متین ہاشمی [1])

جبکہ ۲۹ / اگست ۱۹۷۲ء کے (DAILY NEWS) کراچی کے شمارے کے مطابق جس میں
امریکہ کے FIA کے ادارے کی رپورٹ شامل ہے ، امریکہ میں ۱۹۷۱ء میں مندرجہ ذیل جرائم کا
ارتکاب کیا گیا :

افراد کا قتل : ۱۷۶۳۰ .

زنا بالجبر : ۴۲ ہزار .

ڈاکے : تین لاکھ بچاسی ہزار نو سو دس ۔

ناجائز اسقاط حمل : ۲ لاکھ سے ۱۲ لاکھ

(بحوالہ رسالہ ((PANORAMA)) ۲۴ - ۷۵ / انمبر ۹ کالم ۱۲ صفحہ نمبر ۲

ان بیان کردہ اعداد و شمار سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بربریت کہاں ہے ؟ متعلقہ شماروں
میں ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۶ء کے اعداد و شمار دیکھے جا سکتے ہیں وہ اس سے بھی بدتر ہیں ۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے ، دودھ پیتی بچی کے قتل کا واقعہ ہمارے لیے مقام عبرت ہے : میں
من وعن اس دردناک واقعہ کو نقل کرتا ہوں :

"دودھ پیتی بچی کو زیادتی کے بعد قتل کر دیا گیا"

کراچی (نمائندہ خصوصی) بریگیڈ پولیس نے ایک نوجوان جاوید کو ڈیڑھ سالہ شیر خوار ننگی بچی

---

[1] مولانا سید محمد متین ہاشمی : اسلامی حدود و تعزیرات ، لاہور ایڈیشن ، ۱۹۸۱ء صفحہ ۱۳

سے زیادتی اور قتل کے الزام میں گرفتار کیا ہے ۔ پولیس کے مطابق ڈیڑھ ماہ قبل ملزم نے لائنز ایریا کی ایک جھونپڑی سے اپنی ماں کی آغوش میں سوئی ہوئی شیر خوار ملنگ بی بی کو اغوا کر کے کچھ دور لے جا کر مجرمانہ حملہ کیا اور پھر ملنگ بی بی کو تشویش ناک حالت میں چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ بعدازاں بچی جان بحق ہوگئی ۔" روزنامہ جنگ[1]

یہ خبر پڑھ کر سورۃ التکویر کی آیات نمبر ۸ اور ۹ یاد آگئیں ۔

وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۝

بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝

" اور جب زندہ درگور بچی سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس گناہ کی پاداش میں قتل کر دیا گیا؟"

جب تک نظامِ مصطفیٰ اکمل طور پر پاکستان میں رائج نہیں ہوتا، ایسی ہزارہا روحیں چیخ چیخ کر ہم سے قصاص کا مطالبہ کرتی رہیں گی۔

سابقہ صفحہ پر میں نے سعودی عرب میں نظام عدل کے بارے میں عرض کیا تھا کہ اس کو نشانہ ہدف بنانے والے محض غلط فہمی کا شکار ہیں ۔ جرائم کو قابو اس صورت میں کیا جا سکتا ہے جبکہ فقہ اسلامی صحیح معنوں میں نافذ ہوں ۔ اب ۱۴۰۳ ہجری میں سعودی عرب[2] میں جرائم کی یہ صورت تھی:

توزيع القضايا الملاحظة من هيئة التمييز
بالمنطقة الغربية خلال عام ١٤٠٣ هـ حسب المناطق

م	المنطقة	قضايا			المجموع	النسبة
		حقوقية	جنائية	انهائية		
١	الجوف	٤٢	١٢	١	٥٦	٢,٢٤٪
٢	تبوك	٢٢	١٤	٠٤٠	٥١	٢,١٢٪

---

[1] روزنامہ جنگ، لاہور ایڈیشن ۲۲ مارچ ۱۹۸۸ صفحہ نمبر ۸

[2] رپورٹ وزارۃ العدل ؛ سعودی عرب (ریاض) ، ۱۴۰۳ ہجری صفحہ ۱۱۴

٣	المدينة المنورة	٢٢٦	٩٢	٢٣	٤٤١	٪١٨٫٤٢
٤	مكة المكرمة	٦٠٢	٢٩٠	٦١	٩٥٤	٪٣٩٫٨٧
٥	القنفذة	١٥	٣	٦	٢٤	٪١٫٠٠
٦	الباحة	٥٢	٢١	١	٧٤	٪٣٫٠٩
٧	عسير	٣٥٦	٤٤	٢١	٤٢١	٪١٧٫٥٩
٨	جازان	١٩٣	٩٠	٢٦	٣١٩	٪١٣٫٣٣
٩	نجران	٢٩	١٦	٨	٥٣	٪٢٫٢٢
	الإجمالي	١٦٥٠	٥٨٢	١٦١	٢٣٩٣	٪١٠٠

سعودی عرب کے متعلق ۱۴۰۳ ھجری یعنی ۸۳ ۱۹ء میں منطقہ غربی (مغربی خطہ) میں جرائم کی یہ صورت حال تھی:

کل مقدمات جو دائر ہوئے: ۲۳۹۳

محض فوجداری مقدمات: ۵۸۲

صرف تین مقدمات جو فوجداری نوعیت کے تھے ان میں سزا ہوئی۔

اب سعودی عرب کی وزارت العدل کی رپورٹ منطقہ غربیہ کے بارے میں ملاحظہ ہو[1]

[1] رپورٹ وزارۃ العدل، ریاض ۱۴۰۳ ھجری صفحہ نمبر ۱۳۰

توزيع القضايا الجنائية المنقوضة من هيئة التمييز
بالمنطقة الغربية خلال عام ١٤٠٣هـ على مستوى المناطق

م	المنطقة	صدم	ضرب	سب وقذف	سكر	سرقة	القتل	فاحشة	اخرى	الاجمالي	النسبة
١	الجوف	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٢	تبوك	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٣	المدينة المنورة	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٤	مكة المكرمة	—	١	—	١	—	—	—	—	٢	٦٦,٦٧٪
٥	القنفذة	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٦	الباحة	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٧	عسير	—	١	—	—	—	—	—	—	١	٣٣,٣٣٪
٨	جازان	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٩	نجران	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
	الاجمال	—	٢	—	١	—	—	—	—	٣	١٠٠٪

مندرجہ بالا نقشہ برائے مقدمات جنائیہ یعنی (فوجداری مقدمات) جو منطقہ غربیہ کے بارے میں ہے ۔ مندرجہ ذیل فیصلے کیے گئے :

ضرب : ۲ مقدمات

شراب نوشی : ۱ مقدمہ

کل مقدمات

اب نقشہ برائے فوجداری مقدمات علاقہ جات کی ترتیب کے ساتھ دیکھیں [1]

توزيع القضايا الجنائية المنقوضة من هيئة التمييز
بالرياض خلال عام ١٤٠٣ هـ حسب المناطق

م	المنطقة	صدم	ضرب	سب وقذف	سكر	سرقة	قتل	فاحشة	اخرى	الاجمالي	النسبة
١	الوسطى	—	٣	—	١	١	١	—	١	٩	٦٤,٢٩٪
٢	الدوادمي	—	—	—	—	١	—	—	—	١	٧,١٤٪
٣	القصيم	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٤	حائل	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٥	الحدود الشمالية	١	—	—	١	—	—	١	—	٣	٢١,٤٣٪
٦	الاحساء	—	—	—	—	—	—	—	—	—	—
٧	الشرقية	—	—	—	—	—	—	١	—	١	٧,١٤٪
	المجموع	١	٣	—	٢	٢	١	٢	١	١٤	١٠٠٪

[1] رپورٹ وزارہ العدل ، ریاض ۱۴۰۳ ہجری صفحہ نمبر ۸۲

اب نقشہ برائے مقدمات جنائیہ یعنی (فوجداری مقدمات) ملاحظہ ہو۔ ریاض میں ۱۴۰۳ ہجری میں علاقہ جات کی ترتیب کے ساتھ مقدمات کے فیصلے ملاحظہ ہوں:

دکھ اور اذیت کے مقدمات : ۱

ضرب : ۲

قذف : کوئی نہیں

شراب نوشی : ۲

سرقہ (چوری) ۲

قتل : ۴

فاحشہ (بے حیائی کے مقدمات) : ۲

متفرقات : ۱

کل مقدمات : ۱۴

جرائم کی کمی کا اندازہ بخوبی ان نقشوں سے لگایا جاسکتا ہے کہ فقہ اسلامی کے نفاذ کی وجہ سے جرائم میں سعودی عرب شریف میں کتنی کمی واقع ہوئی ہے ۔

تقابلی مطالعہ کے طور پر امریکہ میں جرائم کی صورت حال یہ ہے ۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ (U-S-A) میں جرائم کی رپورٹ ۱۹۸۶ء UNIFORM CRIME REPORTS (F.B.I) کے ۱۹۸۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مندرجہ ذیل جرائم کا ارتکاب ہوا ۔ چند جرائم ملاحظہ ہوں:[1]

ASSAULT (حملہ) : ۳ کروڑ ۴۶ لاکھ ۱۰ ہزار

VIOLENT CRIMES : ۶ کروڑ ۱۷ لاکھ

(1) THE WORLD ALMANAC AND BOOK OF FACTS, (1988), NEWSPAPER ENTERPRISE ASSOCIATION, Inc. 1987, NEW YORK (U.S.A.), P.820

۴۸ کروڑ ۶۲ لاکھ ۶۰ ہزار : جائیداد کے بارے میں جرائم (PROPERTY CRIMES)
۸ لاکھ ۶۰ ہزار : قتل
۲ کروڑ ۲۵ لاکھ ۱۰ ہزار : رہزنی ((ROBBERY))
۳۷ لاکھ ۵۰ ہزار : زنا بالجبر
۱۳ کروڑ ۴۴ لاکھ ۶۰ ہزار : نقب زنی
۳ کروڑ ۱۰ لاکھ ۳۰ ہزار : چوری ((LARCENCY))
۵ کروڑ ۷ لاکھ ۸۰ ہزار : کاروں وغیرہ کی چوری ((MOTOR VEHICLE THEFT))

مقدمات قتل میں مندرجہ بالا رپورٹ کے مطابق صرف ۱۸ اشخاص کو سزائے موت ((Execution)) ہوئی۔

۱۹۸۷ء میں پاکستان میں جرائم کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں لہ

سنگین وارداتیں	: ۵۷ ہزار
قتل کی واردات	: ۶۴۰۴
ڈکیتی	: ۳۰۷
چوری	: ۱۱۸۶
رہزنی	: ۸۱۹۰
فسادات	: ۲۴۷۰
اغوا کے مقدمات	: ۵۱۲۴

مندرجہ بالا جرائم کی صورت حال خاصی تشویش ناک ہے۔ پولیس اکثر وبیشتر مقدمات درج ہی نہیں کرتی۔ کئی دفعہ بااثر افراد یا پارٹیوں کی وجہ سے معاملات تھانوں تک ہی نہیں پہنچتے اور صلح کرلی جاتی ہے مثلاً چوری کے مقدمات۔ کسی حد تک مندرجہ بالا اعداد وشمار کو اگر ہم

لہ (بحوالہ روزنامہ جنگ ۲۶ جون (بمطابق ۱۱ ذیقعد) ۱۹۸۸ لاہور اڈیشن) اداریہ (سنگین جرائم ہوشربا اعداد وشمار)

امریکہ میں ارتکاب کیئے گئے جرائم کے مقابلے میں دیکھیں تو خاصی تسلی ہوتی ہے۔ وہاں تو ان کی رپوٹ کے مطابق کروڑوں کی تعداد میں جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ پاکستان میں معاشی حالت سدھارنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ حالات بہتر ہوں اور جرائم کم ہوں۔ اسلام تدریج کا سبق دیتا ہے۔ معاشی فلاح کے بعد سخت گیر انتظامیہ اور بے داغ عدلیہ جرائم کو روکنے میں انشاء اللہ کامیاب ہوگی۔ جیسے کہ سعودی عرب میں نظام رائج ہے۔ لوگوں کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد صحیح معنوں میں عدل و انصاف رائج ہو سکتا ہے۔

معاشی ترقی اور جرائم

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ غربت جرائم کو جنم دیتی ہے۔ درست ہے۔ اسی طبقے کا خیال ہے کہ سعودی عرب میں جرائم اس لیے کم ہیں کہ وہاں غربت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ جان پیکسٹن JOHN PAXTON نے مختلف ممالک کے PER CAPITA INCOME کا ذکر کیا ہے مثلاً [1]

ڈینمارک	=	امریکن ڈالر	۱۳۱۲۰
انڈیا	=	"	۲۶۰
ناروے	=	۱۲۹۲۳	
سعودی عرب	=	۱۲۶۰۰	
انگلینڈ اور شمالی	=		
آئرلینڈ	=	۹۱۱۰	
ریاست ہائے متحدہ	=	۱۲۸۲۰	

یہ اعداد و شمار ۱۹۸۱ء کے ہیں۔ GNP PER CAPITA

[1] JOHN PAXTON, THE STATESMAN'S YEAR-BOOK 1985-1986, MACMILLAN PRESS, LONDON, 1985, PP. 401, 408-409, 613, 929, 1037, 1283, 1331, 1365, 1413

یعنی ہر سال قوم جو کماتی ہے اگر اس کمائی کو ہر فرد پر بکھیر دیا جائے تو مندرجہ بالا امریکن ڈالر اس کی آمدن بنتی ہے۔ ڈنمارک، ناروے، انگلینڈ و شمالی آئرلینڈ اور ریاست ہائے متحدہ میں اس کے باوجود جرائم بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً

ILLEGITIMATE BIRTHS ڈینمارک میں حرامی بچوں کی پیدائش لہ

۱۹۸۰ء : ۳۳ء۲ فیصد

۱۹۸۱ء : ۳۵ء۸ فیصد

۱۹۸۲ء : ۳۸ء۳ فیصد

۱۹۸۳ء : ۴۰ء۶ فیصد

ڈینمارک میں روزانہ اوسط جرائم کی صورت حال یہ ہے لہ

فوجداری مقدمات میں ملوث مرد حضرات : ۳۱۳۱

فوجداری مقدمات میں ملوث عورتیں : ۱۲۵

اس سے آپ اس نام نہاد ترقی یافتہ ملک کی اخلاقی گراوٹ کا اندازہ لگا سکتے ہیں ثابت یہ ہوا کہ معاشی ترقی اور معاشی خوشحالی جرائم کی روک تھام میں ناکام رہ جاتی ہے۔

برطانیہ میں دیوانی مقدمات اور جرائم

JOHN PAXTON نے جو رپورٹ دی ہے میں من و عن درج کرتا ہوں سے

CRIMINAL STATISTICS

SCOTLAND

	All Crimes and Offences 1982	1983	*Crimes*[1] 1982	1983
All persons and companies				
Proceeded against in all courts	235,452	246,127	68,622	71,053
Charge proved	215,718	225,498	59,903	62,165

لہ

لہ JOHN PAXTON, THE STATES MAN'S YEAR BOOK, P. 409.

سے ایضاً صفحات (1330-31)

Children (aged 8–15)				
Proceeded against in all courts	796	816	514	556
Given formal police warning/ referred to reporter	21,325	23,097	16,938	17,609

[1] Crimes are generally the more serious criminal acts and offences the less serious. 'Crimes' are not equivalent in coverage to 'indictable/triable either way offences'.

Average population in prisons, borstals, youth custody centres and detention centres (1983) in England and Wales was 43,462 (convicted 37,136; untried 6,003, and 323 non-criminal prisoners); in Scotland (1983), 5,052 (sentenced, 4,189; remanded, 863 and 6 others).

UNITED KINGDOM

Civil Judicial Statistics

England and Wales	*1981*	*1982*	*1983*
Appellate Courts			
Judicial Committee of the Privy Council	54	62	58
House of Lords	65	71	86
Court of Appeal	...	1,627	1,452
High Court of Justice (appeals and special cases from inferior courts)	1,306	1,495	1,619
Courts of First Instance (excluding Magistrates' Courts and Tribunals)			
High Court of Justice:			
Chancery Division[1]	15,650	17,119	18,340
Queen's Bench Division[2]	183,574	165,491	180,178
Family Division: Principal Registry matters[3]	972	1,014	990
District Registry wardships	1,081	1,426	1,338
Official Referee's	909	827	990
County courts: Matrimonial suits[4]	176,162	181,853	176,745
Other[5]	1,888,125	2,120,207	2,177,427
Restrictive Practices Court	...	...	10
Scotland			
House of Lords (Appeals from Court of Session)	12	11	11
Court of Session—General Department	30,043	31,471	32,673
Sheriff's Ordinary Cause	37,364	35,949	39,862
Sheriff's Summary Cause	131,855	166,127	149,500

Criminal Statistics

England and Wales

	Total number of offenders		*Indictable offences*[1]	
	1982	*1983*	*1982*	*1983*
Aged 10 and over				
Proceeded against in magistrates' courts[2]	2,221,326	2,302,811	538,806	530,110
Found guilty at magistrates' courts	1,963,600	2,022,646	407,694	388,140
Found guilty at the Crown Court	67,443	72,883	67,437	72,883
Cautioned[3]	160,482	165,517	111,315	114,905
Aged 10 and under 17				
Proceeded against in magistrates' courts[2]	121,468	112,234	90,169	81,820
Found guilty at magistrates' courts	108,709	99,194	80,447	72,055
Found guilty at the Crown Court	1,309	1,251	1,309	1,251
Cautioned[3]	112,684	115,437	92,907	94,623

[1] Includes offences which can be tried either at the Crown Court or at magistrates' courts.
[2] Almost all defendants are initially proceeded against in magistrates' courts.
[3] Offenders who, on admission of guilt, are given an oral caution by or on the instruction of a senior police officer as an alternative to court proceedings. Such cautions are not given for motoring offences.

نے مندرجہ بالا اعداد و شمار مندرجہ ذیل ذرائع سے حاصل کئے ہیں۔ PAXTON

---

(1) JOHN PAXTON P. 1331

(1) Criminal Statistics, England and Wales 1984.

(2) Prison Statistics, England and Wales, 1983, H.M.S.O. 1984.

(3) PATERSON, A., The Law Lords, London, 1982.

مختصراً یہ عرض کرتا ہوں کہ برطانیہ میں دیوانی مقدمات کی صورت حال یہ ہے ۔

برطانیہ میں دیوانی مقدمات :	۱۹۸۱	۱۹۸۲	۱۹۸۳
ہائی کورٹ آف جسٹس :			
چانسری ڈویژن	۱۵۶۵۰	۱۷۱۱۹	۱۸۳۴۰
کوئینز بنچ ڈویژن	۱۸۳۵۷۴	۱۶۵،۴۹۱	۱۸۰۱۷۸
فیملی ڈویژن	۱۰۸۱	۱۴۲۶	۱۳۳۸
کونٹی کورٹس	۱،۸۸۸،۱۲۵	۲،۱۲۰،۲۰۷	۲۱۷۷۴۲۷

برطانیہ کی ہائی کورٹ کی زبوں حالی اور نام نہاد سستے انصاف کا حال آپ نے اوپر دیکھا ہے ۔ کہ لاکھوں کی تعداد میں مقدمات دائر ہوتے ہیں ۔ نچلی سطح پر کونٹی کورٹس جیسے ہماری (سول عدالتیں ہوتی ہیں) میں لاکھوں کی تعداد میں مقدمات دائر ہوتے ہیں ۔ زیادہ تر ان میں عائلی قوانین کے تحت دعوے دائر ہوتے ہیں ۔ خوشحال ترقی کے باوجود وہاں کے معاشرے کا سکون لٹ چکا ہے ۔ مندرجہ بالا اعداد و شمار انگلینڈ اور ویلز کے ہیں ۔ سکاٹ لینڈ اس میں شامل نہیں ہے اور نہ ہی شمالی آئر لینڈ وغیرہ ۔

برطانیہ میں فوجداری مقدمات اور جرائم

پیکسٹن کی مندرجہ بالا رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں فوجداری مقدمات اور جرائم کی صُورت حال حسب ذیل ہے :

بچوں کے جرائم : دس سال اور اُس سے اوپر والے بچوں کے جرائم ملاحظہ ہوں :

میجسٹریٹ کی عدالتیں :	۱۹۸۲	۱۹۸۳
	۲،۲۲،۳۲۶	۲،۳۰۲،۸۱۱

کراؤن کورٹس : ۴۴۳ ، ۶۷ ۸۸۳ ، ۶۲

ان میں دیگر چھوٹے چھوٹے مقدمات شامل نہیں ہیں جن میں وارننگ وغیرہ دی گئی ہو۔ وہ تفصیل کے لیے سابقہ صفحات پر درج ہیں ۔ ۱۹۸۳ء میں انگلینڈ اور ویلز میں جیلوں ، بورسٹل جیسے اداروں اور دیگر اس قسم کے اداروں اور ہوسٹلوں میں جہاں مجرموں کو رکھا جاتا ہے ، کل تعداد ۴۶۲ ، ۴۳ تھی ان میں سے ۳۷،۱۳۶ کو سزا ہوئی ۔

آٹھ سے پندرہ سال کے بچوں میں بھی جرائم ہیں ۔ اور اس کی وجہ واضح ہے ۔ سکولوں میں جنسی میل جول اور SEX کے بارے میں تعلیم اُن بچوں کے اخلاق کے لیے زہر ہلاہل ہے حتیٰ کہ بچوں میں بھی شراب نوشی ہے ۔ اگر انگلینڈ اور ویلز کے علاوہ سکاٹ لینڈ میں بھی جرائم کا ملاحظہ کیا جائے تو پیکسٹن کی رپورٹ مندرجہ بالا تفصیل کے لیے دیکھی جا سکتی ہے ۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہم ابھی تک برطانوی قانون کے پجاری ہیں اسے اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں اور فقہ اسلامی کو وحشی قانون (معاذاللہ) کہہ کر غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں ۔

ریاستہائے متحدہ کے آئین میں آٹھویں اور چودھویں ترامیم

PAXTON تحریر کرتا ہے :

"The U.S. Supreme Court had held the death penalty, as applied in general statutes, to contravene the eighth and fourteenth amendments of the U.S. Constitution, as a cruel and unusual punishment when used so irregularly and rarely as to destroy its deterrent value". (1)

بقول PAXTON قریباً ۱۹۸۲ء سے سزائے موت بے فائدہ اور فضول سزا سمجھی جاتی ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ کے مطابق فوجداری مقدمات میں سزائے موت امریکہ کے آئین کی آٹھویں اور

لہ ایضاً ص ۱۴۱۲

چودھویں ترامیم کی خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ سزائے موت ایک ظالمانہ سزا اور غیر ضروری بھی ہے۔
امریکہ میں قتل کے مقدمات میں سزائے موت کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:

۱۹۶۷ : ۲ افراد (کو سزائے موت دی گئی)۔

۱۹۶۸ سے ۱۹۷۶ تک : کوئی سزائے موت نہیں دی گئی۔

۱۹۷۷ : ایک ملزم نے جس کا جرم ثابت ہوگیا تھا خود عدالت کو درخواست دی کہ مجھے سزائے موت دی جائے۔

۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۲ء تک : ۶ افراد (کو سزائے موت سنائی گئی)

۱۹۸۳ : ۱.۰۵۰ (افراد کو سزائے موت سنائی گئی)

PAXTON نے تحریر کیا ہے کہ امریکہ میں کل سزائے موت جو دی گئی وہ ملاحظہ ہو[1]:

۱۹۳۰ء سے ۱۹۸۲ء تک : ۳۸۶۶

ثابت یہ ہوا کہ اہل مغرب کے نزدیک اگر اوروں کی جانیں تلف کی جائیں اور لاکھوں قتل کیے جائیں تو یہ بربریت نہیں اور نہ ہی کوئی وحشیانہ فعل۔ بلکہ اصل بربریت تو یہ ہے کہ اصل قاتلوں کو قتل کا جرم ثابت ہونے پر سزائے موت دی جائے۔ عجیب منطق ہے؟

مندرجہ بالا اعداد و شمار کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سعودی عرب کا ماڈل ہمارے لیے قابل تقلید ہے۔ پاکستان میں جو جرائم کے اعداد و شمار دیکھے ہیں وہ یورپی ممالک کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ فقہ اسلامی کے نفاذ کے بعد قوی امید ہے کہ جرائم کم ہوں گے۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نفاذ ہی صحیح معنوں میں جرائم کو ختم کر سکتا ہے۔ اور اس کے نفاذ سے بربریت نہیں پھیلے گی بلکہ معاشرے میں امن اور سکون ہوگا۔

معاشی مسائل کا حل

سرکاری ملازمین کی طرف سے رشوت کا ایک جواز یہ ہے کہ تنخواہیں کم ہیں۔ میں ان سے

---

1. JOHN PAXTON P. 1413

متفق ہوں کہ تنخواہیں کم ہیں لیکن بدعنوانی کو کسی صورت میں جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر تنخواہیں کم ہیں تو لوگ سرکاری ملازمتیں نہ کریں اور کاروبار کرلیں۔ تاہم مطالعے کی خاطر میں ماضی کی تنخواہوں کا ذکر کرتا ہوں اس ضمن میں حکومت پاکستان کی ((REPORT OF THE PAY AND SERVICES COMMISSION (1959-1962)) ملاحظہ ہو۔

حکومت پاکستان کے پے کمیشن نے تنخواہوں کے اس ڈھانچے کی تجویز (۱۹۴۹ء-۱۹۴۸ء) میں پیش کی تھی۔

مرکزی سیکرٹری	: ۲۵۰۰ روپے
جائنٹ سیکرٹری	: ۲۰۰۰ روپے
ڈپٹی سیکرٹری	: ۱۵۰۰ کم از کم بمعہ سپیشل پے ۳۰۰ روپے
سینئر سکیل سی ایس پی اور پاکستان فارن سروس کے افسران	: ۷۰۰ روپے (بغیر سپیشل پے)
انڈر سیکرٹری	: ۱۲۰۰ روپے کم از کم
دفاتر کے سپرنڈنٹ	: ۲۰۰ روپے
سٹینوگرافر	: ۱۶۰ روپے
اسسٹنٹ	: ۱۰۰ روپے
میٹرک کلرک	: ۶۰ روپے
دفتری	: ۳۸ روپے
ڈرائیور	: ۶۰ روپے

یہ وہ تنخواہیں تھیں جو ملازمت شروع کرتے وقت ملتی تھیں یا متعلقہ اسامی پر کام کرنے کی صورت میں حاصل کی جاسکتی تھیں۔ چند سال قبل مثلاً ۱۹۶۰ء میں حکومت پنجاب کے سیکشن آفیسر کی تنخواہ /۴۵۰ روپے سے شروع ہوتی تھی۔ جبکہ سونے کا بھاؤ تقریباً ۱۰۰ یا ۱۲۵ روپے فی تولہ

(1) REPORT OF THE PAY AND SERVICE COMMISSION (1959-1962) GOVERNMENT OF PAKISTAN, ISLAMABAD, P. 43.

تھا۔ اس لحاظ سے رقم یا تنخواہ کم از کم موجودہ ریٹ کے مطابق ۱۲ ہزار روپیہ بنتی ہے۔ سونے کا بھاؤ اگر ۲۵ یا ۳۰ روپیہ تولہ ۱۹۴۷ء کے لگ بھگ ہو تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ افسرانِ بالا کی تنخواہیں ۵۰ ہزار سے بھی زیادہ بنتی ہیں۔ گورنمنٹ کا طبقہ حقیقت میں بڑی بُری طرح پِسا ہے۔ مہنگائی کے لحاظ سے تنخواہیں نہیں بڑھ سکیں۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے توکل، صبر اور شکر ہمارے لیے بڑی دولت ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بعض راشی اہل کاروں اور افسروں کی اولادوں کو برباد ہوتے دیکھا ہے۔ وہ راشی افسر جو لاکھوں اور کروڑوں روپے کماتے ہیں اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ انہیں یا ان کے بیوی بچوں کو ایسی مہلک امراض لاحق ہوتی ہیں کہ ان کا علاج انگلینڈ اور امریکہ سے قریب تر ملک میں تو نہیں ہوتا ہے۔ میں نے زندگی میں بغور دیکھا ہے کہ دیانت دار اشخاص چاہے وہ ملازمین کا طبقہ ہو یا دیگر معاشرے کے افراد ہوں ان کو روحانی سکون ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کی ضروریات کو پورا کر دیتے ہیں۔ اولاد نیک اور لائق نکل آتی ہے یا کہیں سے کوئی فائدہ مل جاتا ہے۔ کاروبار میں نفع ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے معاشرے کی زبوں حالی کا تو یہ عالم ہے کہ دیانتدار کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں۔ معاشرے میں ان افراد کی قدر ہوتی ہے جو دولت سے کھیل رہے ہوں۔ میرے ایک سابق کمشنر صاحب بتانے لگے کہ ایک پٹواری کے خلاف رشوت کی شکایات تھیں چنانچہ تحقیقات کرائی گئیں تو پتہ چلا کہ پٹواری صاحب نہ صرف اپنے گھر کے ایرکنڈیشنڈ کمروں میں رہتے ہیں بلکہ ان کا ایک صاحبزادہ ماسکو یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ ایسے ناسوروں اور بدقماش عناصر سے نفرت کی جائے۔ یہ حوصلہ شکنی کم از کم اگر رشوت کو روک نہیں سکتی تو دولت کمانے کے رجحان کو کم تو کر سکتی ہے۔ ایسے لوگوں کا محاسبہ حکومت کا فرض ہے۔ افسرانِ بالا کا تو خدا ہی حافظ ہے۔ نہ خدا خوفی نہ ہی وطن کا احساس!

معاشرے کا ہر طبقہ چاہے وہ سرکاری ملازم ہے، تاجر ہے یا زمین دار ہے خود احتسابی کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بتلائے ہوئے سنہری اصولوں پر عمل کرے۔ مومن کی زندگی واقعی ایک مسافر کی سی ہے جو تھوڑی دیر کے لیے ایک شجر سایہ دار کے نیچے سستا لیتا ہے۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ ہر انسان یہی سوچے کہ اُسے موت کسی وقت بھی آ سکتی ہے اور ہمیں اُسی رات اپنے

خداوند کریم کے ہاں جواب دینا ہوگا ۔ عذاب قبر، عذاب حشر اور عذاب جہنم کیا کم ہیں؟ وہاں صرف اپنے اچھے اعمال ہی کام آئیں گے ۔ میانوالی میں چند سال قبل ہمارے پڑوس میں رہنے والے ایک گورکن نے ایک قبر تیار کرتے وقت غلطی سے ساتھ والی قبر قدرے کھود ڈالی تو وہ بچھوؤں سے بھری پڑی تھی ۔ گورکن زبردست خوف زدہ ہوا اور اس نے قبر کو بند کر دیا ۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک گناہ گار شخص کی قبر تھی ۔ میری والدہ ماجدہ بتلاتی ہیں کہ انہوں نے راولپنڈی میں ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ ایک قبرستان سے گذرتے ہوئے ایک تھانیدار کی قبر دیکھی جو بارش کی وجہ سے قدرے مخدوش تھی اور اس میں بچھو خاصی مقدار میں جمع تھے ۔ اس قسم کی ہزاروں مثالیں آپ نے بھی سنی ہوں گی اور پڑھی ہوں گی ۔

خود احتسابی کا عمل: قناعت اور توکل کا جذبہ

اسراف اور خود نمائی معاشرے میں بدقسمتی سے رچ چکی ہے ۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم رہنمائے کاروانِ انسانیت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اتباع کریں ۔ جو کئی کئی دن فاقہ فرمایا کرتے تھے گھر مبارک میں کئی کئی دن چولہا تک نہیں جلتا تھا ۔ آپؐ نے اپنی پیاری بیٹی خاتونِ جنت حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں آٹے کی ایک چکی دی تھی ۔ آپؐ نے رحلت فرماتے وقت کتنی جائیداد چھوڑی تھی؟ کتنا سرمایہ جمع کیا تھا؟ تاریخ آپؐ کی سیرت طیبہ کے ایک ایک پہلو کو محفوظ کئے ہوئے ہے ۔ سورۃ آل عمران، زندگی کے تصور کو بڑی خوبی کے ساتھ بیان فرماتی ہے ۔ اسے دوبارہ تحریر کیا جاتا ہے[لہ]:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ والبنین و القناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ والانعام والحرث ذٰلِکَ مَتٰعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنیا واللہ عندہٗ حسن المآب ۔

ترجمہ: "لوگوں کے لیے مرغوبات نفس ۔ عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں ۔ بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا

لہ القرآن الحکیم، سورۃ آل عمران، آیت ۱۴

کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں ۔حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے ۔

آئیے ! توبہ کر کے ہم ایک نئی روحانی زندگی کا آغاز کریں اور زندگی کے ہر لمحے کا احتساب کریں۔مالک کائنات جس کی عدالت میں ہمیں ایک دن ضرور حساب کتاب دینا ہے وہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے کریم بھی ہے اور غفار بھی ہے ؛

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

اگر ہم دنیاوی قوانین کی گرفت سے بچ بھی نکلیں تو اُخروی گرفت اور جوابدہی سے ہم نہیں بچ سکتے ۔ اسلام میں یہ ہے احتساب کا تصوّر جو اسے دیگر نظام ہائے زندگی سے ممتاز کرتا ہے۔

چند پاکستانی خواتین ناراض کیوں ہیں؟

جیسا کہ مندرجہ بالا صفحات میں ذکر کیا ہے ڈینمارک میں ۱۹۸۳ء میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے ۴۰۶ء فیصد ولدالزنا تھا ۔ اگر ہم ان ممالک کو ہی اپنا آئیڈیل سمجھیں تو یہ ہماری بدنصیبی ہے ۔ فقہہ اسلامی ایک اسلامی معاشرے میں خواتین کی عزت وناموس اور عفت و حیا عطا کرتا ہے ۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عورت کو ماں کے روپ میں ،بیوی کے روپ میں ،بہن کے روپ میں اور بیٹی کے روپ میں جو مقام عطا فرمایا وہ عدیم المثال ہے مغربی ممالک میں جس قدر توہین عورت کی کی جا رہی ہے

وہ انتہائی مذموم اور شرمناک ہے ۔ اسلام ایک زناکارانہ معاشرے کو ہرگز برداشت نہیں کرتا جس میں عورتوں اور مردوں کا میل جول ہو اور اخلاقی فساد بپا ہو۔مغربی ممالک میں عورت فیکٹریوں میں مزدوری کرتی ہے ، دفتروں میں کلرکی کرتی ہے اور کچھ نہ سہی تو ایک طائفہ ضرور ہے ۔ ڈینمارک جیسے ملک میں جو مہذب کہلاتا ہے خاندانوں میں بے سکونی ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے[1]

(1) JOHN PAXTON P. 401

۱۹۷۹ء (میں شادیاں ہوئیں)	: ۲۷۸۴۲ شادیاں	۱۳۰۴۴ طلاق
۱۹۸۰ء ″	: ۲۶۴۴۸ ″	۱۳۵۹۳ ″
۱۹۸۱ء ″	: ۲۵۴۱۱ ″	۱۴۴۲۵ ″
۱۹۸۲ء ″	: ۲۴۳۳۰ ″	۱۴۶۲۱ ″
۱۹۸۳ء ″	: ۲۷۰۹۹ ″	۱۴۷۶۳ ″

مغرب میں فیشن کے طور پر عورتیں اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی ہیں تو قدرت ان سے ان ننھے منھے بچوں کی حق تلفی کا انتقام سینے کے کینسر BREAST CANCER سے لیتی ہے۔

خواتین خود احتسابی کریں

قرآن حکیم میں حکم ربانی ہے :

"وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص

" اور آپ مومن خواتین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ ہونے دیں مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں"۔

بقول عبدالماجد دریا بادی، اس آیت مبارکہ میں عورت کے لیے حجاب کے خصوصی احکام ہیں زناکاری کے اور دیگر ناجائز شہوت رانی کے طریقے حرام ہیں۔ آیت مبارکہ میں جو لفظ زینت کا استعمال ہوا ہے اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو مرد کے لیے باعث شوق و رغبت ہو سکے خواہ خلقی ہو مثلاً حسن اعضاء، حسن صورت، خوش خرامی وغیرہا۔ خواہ کسبی ہو مثلاً لباس، خوشبو، زیور، پوڈر، غازہ وغیرہ۔ حنفی فقہاء کے نزدیک چہرہ اور کف دست اور پیروں کے دیکھنے کی اجازت ملتی ہے عموماً و عادۃً جسم کے وہ حصے مستثنیٰ ہیں جو اگرچہ زینت کے موقع ہیں، لیکن ان کے چھپائے رکھنے میں عموماً سخت حرج و زحمت ہے مثلاً چہرہ کی ٹکیا اور ہتھیلیاں اور پیر۔ متاخرین فقہاء نے خوف

فتنہ سے چہرہ کا کھلا رکھنا بھی ممنوع قرار دیا ہے ۔ سینے کے بارے میں مولانا دریا بادی فرماتے ہیں کہ نفسیات بشری کی محقق ، رازداں اور بدکاری کے مبادی و مقدمات کی بیخ کنی کرنے والی شریعت نے ٹھیک اس کے برعکس یہ فیشن چلایا کہ سینہ کا کوئی حصّہ عریاں رہ جانا کیا معنی وہ تو خاص طور پر ڈھکا رہے [1]

بے پردہ عورتوں کے لیے احادیث مبارکہ میں جو تفصیلات عذاب اُخروی سے متعلقہ ملتی ہیں وہ ہمارے لیے مقام عبرت ہیں ۔ خواتین ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام نہیں کتنا اعلیٰ و ارفع مقام دیتی ہے ۔

عورت اپنے شوہر کے لیے تو شہزادی ہے مگر اوروں کے لیے اس پر قطعی طور پر اپنا حسن ظاہر کرنا حرام ہے اور یہی ایک پاکیزہ معاشرہ کی بنیاد ہے ۔

آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنی جدائی سے قبل خطبۃ الوداع میں آخری دفعہ پھر خواتین کے حقوق کی حفاظت کی تلقین فرمائی :

" سو خواتین کے معاملے میں خدا سے ڈرو "

سردار عرب و عجم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا یہ فرمان متقدس اور خطبہ ، دعوتی اور تربیتی اہمیت کا حامل ہے ۔ یہ خطبہ ایک چلتا پھرتا مدرسہ ، ایک متحرک مسجد اور ایک گشتی چھاؤنی تھی ۔ یہ رہنمائی کا ابر تھا [2]

پاکستانی خواتین قطعی طور پر نفاذِ شریعت سے نہ گھبرائیں ۔ شریعت ان کی عزت و ناموس اور حقوق کی نگراں ہے ۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے تو انہیں خوش ہونا چاہیے کہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کا عمل جاری و ساری ہے ۔

انہیں تو یہ دعا کرنی چاہیے :

ع دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے ۔

---

[1] تفسیر ماجدی ، تاج کمپنی صفحہ ۷۱۱

[2] مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی ، نبی رحمت صلعم حصّہ ، صفحہ نمبر ۱۲۹

نجات کی راہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اتباع

دنیا کے سٹیجوں پہ بڑے بڑے لوگ جلوہ گر ہوئے، سقراط بھی آیا، افلاطون بھی آیا، بقراط بھی آیا، نمرود، فرعون، ابوجہل، ابولہب، سکندر اعظم، نپولین، دارا، قارون، ماوزے تنگ اور لینن وغیرہ وغیرہ۔ سب راکھ کی طرح بجھ گئے۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو جو مقام ملا وہ آج تک کسی انسان کو نہیں مل سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم، شاہد، مبشر، نذیر اور حق کے داعی بن کر منصبِ نبوت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ خود ہمہ تن نور اور چراغ تھے۔ آپ کی تعلیمات تاریخیت، کاملیت، جامعیت اور عملیت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔ سیرت محمدیہ دنیا کا آئین خانہ ہے جس میں آداب و رسوم، ظاہر و باطن، جسم و روح، قول و عمل، زبان و دل اور طور و اطوار کی اصلاح موجود ہے۔ سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین شمس العارفین اور محب المساکین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ذات اقدس پہ نہ صرف میں بلکہ تمام مسلمانانِ عالم قربان جائیں جنہوں نے خود احتسابی کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔ احتساب کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے جنگ بدر میں صفیں درست کرتے وقت جس صحابی کو چھڑی ماری تھی، خود کو اس صحابیؓ کے سامنے بدلہ کے لیے پیش کر دیا۔ کیا تاریخِ انسانی کے کسی ورق پر احتساب کی ایسی مثال ملتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ قانونی مساوات اور احتساب کی کوئی اور مثال کسی قوم اور کسی ملک کے سربراہ کے بارے میں نہیں مل سکتی کہ جس نے اپنی بیٹی کے بارے میں بھی کہہ دیا ہو کہ "اگر میری بیٹی فاطمہؓ (خاتونِ جنت) بھی چوری کریں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ دوں" اس سے بڑا اعزاز سرور کونین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لیے کیا ہو سکتا ہے کہ نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ دنیا عرب و عجم میں ہر دن میں پانچ دفعہ آپ کا اسم گرامی انتہائی ادب و احترام سے پکارا جاتا ہے۔ و رفعنا لك ذكرك (اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا)

TIME میگزین میں ایک مضمون AMERICANS FACING TOWARDS MECCA کے مطابق امریکہ کی ۱/۴۰ بڑ آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ۸۰۰ ملین ہے

(1) TIME THE WEEKLY NEWS MAGAZINE, CHICAGO, U.S.A. 23 MAY, 1988 P.50

نور ہدایت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے نظریۂ احتساب پر عمل ہی ہماری دنیاوی اور اخروی نجات کا ذریعہ اور فقط حل ہے ۔ بقول محمد ممتاز اقبال ملک[1]

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ضابطہ حیات ہر رنگ، ہر نسل اور ہر مذہب اور ہر خطے کے انسانوں کے لیے ذریعۂ نجات ہے۔"

اِدھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے، اُدھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط و میزان و حوضِ کوثر، یہیں وہ عالی مقام ہوگا
ہوئی جو مجرم کو بازیابی، تو خوف و عصیاں سے وجہ یہ ہوگی
خمیدہ سر، آبدیدہ آنکھیں، لرزتا اُن کا غلام ہوگا
"اُنا لہا" کہہ کے عاصیوں کو، وہ لیں گے آغوش رحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو، انہیں ہر ایک یوں غلام ہوگا
حضورِ روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج وجہ یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر، آنکھ بند، لب پر مرے درود سلام ہوگا[2]

---

[1] محمد ممتاز اقبال ملک ؛ اداریہ ہلال (اشاعت خصوصی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم) گیارہ نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۸۷ صفحہ ۳

[2] شاہ حامد رضا خان ، نعت شریف ، الہلال ، اشاعت خصوصی گیارہ نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۸۷ صفحہ ۹۹